

اقامت ہوتے وقت نماز باجماعت  
کے لیے کھڑے ہونے کا مستحب وقت  
مذہب حنفی کے مطابق کب ہے؟

مؤلف

استاد العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

صاحب  
دامت برکاتہم العالیہ **پیر محمد چشتی**

بانی و مہتمم دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ  
بیرون یکہ توت گیٹ پشاور شہر

باہتمام

مجاہد السنّت حضرت علامہ مفتی محب الرحمن محمدی صاحب  
خطیب جامع مسجد مدینہ، کریم آباد کراچی۔

ناشر

**انٹرنیشنل اسلامی مشن**



الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على من كان نبيا

و آدم بين الماء و الطين و الله و اصحابه اجمعين اما بعد

برادران اسلام زیر نظر رسالہ پر الاحقر نے نظر دہرائی جو کہ ایک شرعی

مسئلے پر لکھا گیا ہے بحمد اللہ تعالیٰ میں نے رسالے میں جبکہ اپنی استاد محترم شیخ

الحدیث و التفسیر حضرت مولانا پیر محمد چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے

جدوجہد کو دیکھا تو میں نے محسوس کیا کہ اگر کوئی آدمی ذرا فکر و غور کے ساتھ

اس کا مطالعہ کر لے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلے کے بارے میں دیکھنے والے

کے ذہن میں کوئی تقصیر نہیں رہے گی کیونکہ آج کل اس پر فتن دور میں ایک

معمولی خطا پر مسلمان کو فاسق فاجر کی طرح صفات مزحہ سے موصوف کیا جاتا

ہے لہذا اگر ہم اپنی اسلاف کے پیروی کرتے ہوئے اپنی علماء کرام کے

کتابوں کا مطالعہ اپنی معمول بنادیں تو انشاء اللہ العزیز اغیار کے یہودہ اور شر

پسند فتنوں سے با آسانی محفوظ ہو سکتے ہیں

والسلام

خادم علماء اہلسنت

الاحقر عبد الحکیم نظامی



**اقامت ہوتے وقت نماز باجماعت کیلئے کھڑے ہونے**

**کا مستحب وقت مذہب حنفی کے مطابق کب ہے؟**

میرا سوال یہ ہے کہ نماز باجماعت کیلئے مسجد میں کی جانے والی اقامت کو  
حنفی علی الصلوٰۃ تک بیٹھ کر سننے اور اس کے بعد حنفی علی الفلاح پر کھڑے  
ہونے کیلئے فقہ حنفی کی بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ آداب صلوٰۃ کے قبیلہ  
سے ہے جیسے کنز الدقائق اور فتاویٰ درالمنار میں لکھا ہوا ہے اس کا واضح مطلب یہی ہے  
کہ جب سحری حنفی علی الصلوٰۃ یا حنفی علی الفلاح تک بیٹھ کے اقامت کو سنتا  
نماز کے آداب سے ہوا تو اس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں آداب صلوٰۃ کے  
خلاف اور ترک اولی ہوگا یعنی اقامت کے شروع سے ہی صف بندی کیلئے کھڑا ہونا  
آداب صلوٰۃ کے منافی و ترک آداب ہوگا جبکہ بعض کتابوں سے اس کا سنت ہونا معلوم  
ہو رہا ہے جیسے موطا امام محمد شریف اور مالک رحمہ میں ہے۔ جس کی بنیاد پر فتاویٰ شامی  
، فتاویٰ عالمگیری اور خططاوی علی مرقی الفلاح وغیرہ میں اس کی خلاف ورزی کرنے کو  
مکروہ تحریم کے زمرہ میں شمار نے کا فتویٰ دیا گیا ہے اسلئے کہ فقہ حنفی کی ان کتابوں میں  
اس کی خلاف ورزی کر کے اقامت کے شروع سے ہی صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کو  
مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ فقہاء کرام کی مشہور و معروف عادت کے مطابق کراہت کا ذکر  
ب قید تنزیہ کے بغیر کیا جائے یعنی مطلق کراہت مذکور ہو تو اس سے مراد مکروہ تحریم  
ہوتی ہے۔ جیسے فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ 165 میں ہے:

”إِنَّ الْمَكْرُوهَ إِذَا أُطْلِقَ فِي كَلَامِهِمْ فَالْمُرَادُ مِنْهُ التَّحْرِيمُ“

یعنی فقہاء کرام کے کلام میں مکروہ کو جب مطلق ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریم  
ہوتی ہے۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود ان متضاد فتوؤں میں سے کس پر عمل کرنا بہتر ہے  
یعنی حنفی علی الصلوٰۃ تک اقامت کو بیٹھ کے سننے کو مستحب سمجھ کر اس کی خلاف ورزی  
کرنے کو آداب صلوٰۃ کے منافی قرار دینا درست ہے یا اسے سنت سمجھ کر اس کی خلاف  
ورزی کرنے کو مکروہ تحریم کے کھانہ میں ڈالا جائے؟

اس کے علاوہ میرا سوال یہ بھی حل طلب ہے کہ جب فقہاء احناف کے مطابق  
خاص کر مذہب امام ابو حنیفہ کی ظاہر الروایت کے مطابق بہر تقدیر اقامت کو حنفی علی  
الصلوٰۃ تک بیٹھ کے سنتا مذہب حنفی کا حصہ ہے چاہے مستحب و آداب صلوٰۃ کے قبیلہ سے  
ہو یا از قبیلہ سنت تو پھر امامان مساجد و خطباء حضرات اور بڑے بڑے علماء کرام کا  
موجودہ عمل اس کے خلاف کیوں ہے؟

السائل: قاری محمد حکیم خلیف جامع مسجد خیم النساء رشید ٹاؤن گلہار پشاور شہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سوال نامہ کا پہلا حصہ خالص علمی مسئلہ ہونے کی بناء پر زیادہ تفصیل طلب  
ہے۔ سوال کرنے والے کو چاہئے تھا کہ مسلمانوں کے افتادہ عملی کو پیش نظر رکھتے ہوئے  
دوسرے حصہ پر ہی اکتفا کرنا کیونکہ مسئلہ کا تعلق شریعت مقدسہ کے گیارہ احکام فقہیہ  
میں سے چاہے جس زمرہ سے بھی ہو مقلد پر اپنے امام و پیشوا کے اجتہاد کے مطابق عمل  
کرنا لازم ہوتا ہے۔ عام مسلمانوں پر ائمہ و مجتہدین کی تقلید واجب ہونے کا مطلب بھی  
یہی ہے کہ جو مسلمان غیر منصوصی مسائل کو اصل مآخذ شریعہ سے خود استنباط کرنے کی



صلاحیت نہ رکھتے ہوں وہ ان اہل اجتہاد اماموں میں سے کسی ایک کے قول پر عمل کریں اور اس قسم غیر یقینی مسائل میں جس مجتہد کی رہبری و پیشوائیت کو تسلیم کئے ہوئے ہوں اس پر قائم و دائم رہجے ہوئے زندگی کے جملہ شعبوں میں اس کے مذہب و اقوال کی پیروی کریں چاہے اس کے مذہب و اجتہاد کے مطابق مسئلہ کی نوعیت جس طرح بھی ہو یعنی ایسا نہیں ہے کہ اگر صاحب مذہب امام کے نزدیک مسئلہ کی نوعیت از قبیلہ واجب ہے تو اس مقلد پر اس کی تقلید و اتباع بھی واجب ہوگا اور اگر مسئلہ کی نوعیت اس کے نزدیک مستحب کی ہو تو اس کی تقلید و اتباع اس پر واجب نہیں ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وجوب تقلید یا کسی امام و مجتہد کے مذہب کے پابند و مقلد ہونے کا واحد مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اس کے مقلد و پیروکاروں پر ان جملہ مسائل میں اس کی تقلید و اتباع یکساں واجب و لازم ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا ہر انسان پر فرض و لازم ہے اور ایمان کے معنی ہیں

"التصديق بجميع ما جاء به النبي ﷺ اجمالا فليما علم

اجمالاً وتفصيلاً فليما علم تفصيلاً"

یعنی نبی اکرم رحمت عالم ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکام پر اس طرح یقین کرنا کہ جن احکام کا شریعت محمدی کے حصہ ہونے کا ہمیں اہمالی علم حاصل ہوا ہے ان پر یقین بھی اہمال کے درجہ میں ہوا اور جن باتوں کا دین محمدی ﷺ کے حصہ ہونے کا ہمیں تفصیلی طور پر علم حاصل ہوا ہے ان کے ساتھ یقین بھی تفصیل کے درجہ میں ہو مثال کے طور پر منشاء الہی کے مطابق حکم جہاد کا دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہونا

سب کو معلوم ہے تو تفصیل میں جائے بغیر اس پر اجمالی یقین حاصل کرنا سب پر لازم ہے کہ منشاء الہی کے مطابق جہاد دین محمدی کا حصہ ہے اور اس کی حقانیت پر یقین رکھنا جملہ مدعیان اسلام کیلئے ضروری ہے جبکہ اس کی اقسام و انواع، کیفیات و مواقع کی تفصیل معلوم ہونے پر ہر قسم اور ہر نوعیت کیساتھ اس کے مناسب شان عقیدہ و یقین قائم کرنا لازم ہوگا۔ مثلاً جہاد بالسیف ابتدائی کے احکام جہاد بالسیف دفاعی کے احکام سے مختلف ہیں اور جہاد فرض عین کے احکام و مواقع بھی جہاد کفائی کے احکام و مواقع کی طرح نہیں ہیں اسی طرح جہاد عملی اور جہاد لسانی و قلمی اور جہاد داخلی و خارجی کے جملہ احکام بھی یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض کچھ مواقع پر مستحب و مندوب کے درجہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

الغرض علم تفصیلی کے حاصل ہونے کے بعد جس کا جو مقام بھی معلوم ہو جائے مسلمانوں پر بھی اسی کے مطابق اس پر عقیدہ رکھنا اور یقین کرنا لازم ہوگا۔ لیکن یہ سب کچھ اصل ایمان کے تابع ہو کر ہی قابل قبول ہو سکتا ہے ورنہ اگر کوئی شخص جہاد کی کسی استنباطی اور غیر فرضی شکل کو دیکھ کر اس کی فرضیت اور اس پر التزام یقین کی اہمیت سے صرف نظر کرے گا تو اس کے ایمان کی سلامتی نہیں رہے گی کیونکہ کسی بھی ضرورت دینی سے فکری بے اعتنائی برتنے والے منکر کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ جیسے مؤمن مسلمان ہونے کیلئے جملہ ضروریات دینیہ پر ان کے علمی مدارج کے مطابق یقین و عقیدہ رکھنا ضروری ہے اسی طرح کسی بھی صاحب مذہب امام و مجتہد کے مذہب کا مقلد ہونے اور مقلد رہنے کیلئے تمام شعبہ حیات میں اس کے اجتہاد و آیات مذہب کے مطابق عمل



کرنے کا التزام و اہتمام کرنا بھی جملہ مقلدین کیلئے ضروری ہے ورنہ صاحب مذہب امام کے نزدیک اگر کوئی مسئلہ فرض، واجب، سنت کے درجہ میں قابل اہتمام نہ ہو بلکہ باعث ثواب کاموں کے آخری درجہ یعنی محض مستحب و مندوب کے درجہ میں ہی کار ثواب سمجھا گیا ہو جس وجہ سے اس کے کوئی پیروکار و مقلد کہلانے والا شخص اسے غیر ضروری قرار دیکر ترک عمل کریں یا دوسرے مذہب پر عمل کریں یا کسی مخالف کے کہنے میں آکر اس سے بے اعتنائی اختیار کرے یا نادانانہ ابناء زمان و ماحول کی تقلید کرتے ہوئے اس کی حقانیت کا عقیدہ رکھنے اور اس پر عمل کرنے کو باعث ثواب جاننے سے گریزاں ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں وہ مقلد نہیں رہتا، تبع حق نہیں کہلاتا بلکہ فقہاء کرام کی اصطلاح کے مطابق تلفیق میں مبتلا جا مل کہلانے کے مستحق ہے حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ الشریف کی کتاب "مفتد الجہد فی مسئلہ التقليد" کے مندرجات کے مطابق باوجود علم کے جان بوجھ کر اپنے امام کی اس طرح مخالفت کرنے والا شخص تلفیق کے حرام میں مبتلا ہے یا اگر جا بلا نہ ماحول کے ہاتھوں بے علمی کی وجہ سے اس طرح مخالفت کر رہا ہو تو جہل میں مبتلا ہے اہل علم پر فرض ہے کہ اسے تبلیغ کر کے سمجھائے کہ اگر مقلد ہے اور مقلد رہنا چاہتا ہے تو منافی تقلید کی اس روش کو چھوڑ دیں ورنہ اگر غیر مقلد ہے تو پھر بات ہی اور ہے۔

یہ اہم بات ہے کہ اسلام میں اہل تقلید غیر اہل تقلید سب کی کچھ بخش موجود ہے بشرطیکہ وہ جملہ ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہوں اور فروعی مسائل میں نزاع وجدال پیدا کر کے مختلف فقہی مسائل کے مابین بعد و منافرت کی فضاء پیدا کرنے کی

اجازت اسلام میں نہیں ہے۔ زیر نظر مسئلہ بھی دین اسلام کے فروعی و فقہی مسائل کے زمرہ میں ہونے کی وجہ سے مقلد و غیر مقلد سب کے لئے اپنے اپنے مذہبی اصول کے مطابق عمل کرنے کی کھجائش رکھتا ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق چاہے اس کا تعلق نماز اور جماعت کے متعلق سنن سے ہو یا نماز و جماعت کے آداب و مستحبات سے۔

میری فہم کے مطابق اس پہلو سے اگر اسے لیا جائے تو یہ خالص علمی مسئلہ ہو کر رہ جائیگا جس کی تفصیل میں جانا علم برائے علم کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ جب کہ ہم سب کو علم برائے علم کی بجائے علم برائے عمل کی ضرورت ہے جن فقہاء کرام نے نئی علمی الصلوٰۃ سے قبل کھڑے ہونے کو مکروہ لکھا ہے انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ یہ طریقہ اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب کا خلاف ہے کیونکہ مذاہب اربعہ میں کسی بھی امام نے اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کو نماز یا جماعت کے آداب و مستحبات میں نہیں سمجھا ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کے سوا باقی تینوں اماموں کے نزدیک اقامت کو ختم ہونے تک بیٹھ کے سننے کا حکم ہے یعنی پوری تکبیر سننے کے بعد اس کے ختم ہونے پر صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا فتویٰ ہے جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نئی علی الصلوٰۃ یا نئی علی الفلاح تک بیٹھ کے سننے کے بعد صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا فتویٰ ہے لہذا جو لوگ اقامت کے شروع میں ہی صف بندی کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ ان سب امامان مذاہب کے فتوؤں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے مکروہ تحریم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب الشمرانی التوفی 976ھ نے المیزان الکبیر فی الشریعہ المصطفیٰ جلد اول صفحہ 193 مطبوعہ مصر میں اس مسئلہ کے



حوالہ سے اہل سنت کے مذاہب اربعہ کی تفصیل اس طرح لکھی ہے

"ومن ذالك قول الامام مالك والشافعي واحمد انه لا يسبغى ان يقوم للصلاة الا بعد فراغ العودن فيقوم حينئذ ليغسل الصنفوف مع قول ابى حنيفة انه يقوم عند قول العودن حتى على الصلاة"

یعنی اہل سنت کے اماموں کے مابین اختلافی مسائل کے زمرہ میں ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ امام شافعی، مالک اور احمد ابن حنبل نے کہا ہے کہ نماز باجماعت کی صف بندی کیلئے تکبیر کا تکبیر کو ختم کرنے سے پہلے کھڑے نہ ہو بلکہ پوری تکبیر بیٹھ کے سننے اور تکبیر جب اقامت پوری پڑھ لے کر کھڑے ہو کر صفوں کو درست کر کے نماز شروع کرے جبکہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ نئی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہو کر صفوں کو درست کرے۔

چاروں مذاہب کی اس تفصیل کے مطابق مندرجہ ذیل باتیں کھل کر سامنے آ جاتی ہیں اول یہ کہ صفوں کو برابر کرنے کے بہانے سے شروع سے ہی کھڑے ہونے کا موجودہ رواج مذاہب اہل سنت میں کہیں بھی نہیں ہے۔ چاروں اماموں میں سے کسی ایک نے بھی اس رواج کو کارثاب یا نماز کے آداب میں سے نہیں جانا ہے۔

دوم یہ کہ شروع سے کھڑے ہونے کا موجودہ رواج چاروں امامان مذاہب کے اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اس تفصیل کے مطابق اماموں کے مذکورہ اختلاف کا محور یہی ہے کہ صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا مسنون یا مستحب وقت نئی علی الصلوٰۃ

ہے یا تکبیر کے ختم ہونے پر ہے۔

سوم یہ کہ صفوں کو برابر کرنے کا مسنون یا مستحب وقت بیٹھ کے نزدیک تکبیر کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نئی علی الصلوٰۃ کے بعد شروع ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ تکبیر کے شروع سے ہی کھڑے ہونا، صف بندی کا اہتمام کرنا اور صفوں کی برابری کا عمل شروع کرنا چاروں مذاہب اہل سنت کے خلاف ہونے کی بنا پر ان کے قبیحین و مقلدین کیلئے ناجائز ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق مذاہب اربعہ کی مذکورہ تفصیل کو نقل کرنے میں حضرت امام شعرانی نور اللہ مرقدہ الشریف اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان سے دو سو سال قبل کے ایک قابل اعتماد امام محمد ابن عبدالرحمن الدمشقی المتوفی 790ھ نور اللہ مرقدہ الشریف نے بھی اپنی کتاب "رحمة الامة في اختلاف الائمة" المطبوع علی حاشی الخیر ان مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ 62 پر یہی تفصیل بیان کی ہیں جو امام شعرانی نے ذکر کیا ہے۔ امامان مذاہب کے مابین اس موضوع پر مذکورہ اجتہادی اختلاف کی بنیاد صحاح ستہ کی دو مرفوع حدیث ہے جس میں "لا تقوموا حتى تسرونی" کے الفاظ ہیں یعنی مجھے اپنے سامنے آتے ہوئے دیکھنے سے پہلے صف بندی کیلئے کھڑے مت ہو۔ چاروں مذاہب سے مربوط شارحین حدیث نے اس کی تشریح کرتے ہوئے اپنے اپنے امام و پیشوا کے مذہب کو ترجیح دی ہیں۔ جیسے شارح مشکوٰۃ ملا علی القاری الہی المتوفی 1014ھ نے مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ 435 میں اس روایت کی

تختلف پہلوؤں پر تشریح کرنے کے بعد مذہب حنفی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے :

"وَلِذَا قَالَ اَلِئِمْتُنَا بِقَوْمِ الْاِمَامِ وَالْقَوْمِ عِنْدَ حَنِى عَلَى الصَّلَاةِ"

یعنی اس حدیث کی بنیاد پر ہمارے حنفی اماموں نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ پہلے سے مسجد میں موجود ہونے کی صورت میں امام و مقتدی حنفی علی الصلاۃ پر کھڑے ہوں۔

کرمائی شرح بخاری جلد پنجم صفحہ 32 مطبوعہ بیروت میں ہے :

"قَالَ الشَّافِعِيُّ يُسْتَحَبُّ اَنْ لَا يَقُومَ اَحَدٌ حَتَّى يَفْرُغَ الْمُؤَدَّنُ

مِنِ الْاِقَامَةِ"

یعنی امام شافعی نے کہا ہے کہ مؤذن کا اقامت سے فارغ ہونے سے پہلے سے بیٹھے ہوئے منتظرین میں سے کوئی ایک بھی نہ اٹھے۔

امام شافعی کا مذہب بیان کرنے کے بعد حنفی مذہب کو بیان کرتے ہوئے لکھا

ہے :

"وَقَالَ ابُو حَنِيفَةَ يَقُومُونَ لِي الْمَصِفِ اِذَا قَالَ الْمُؤَدَّنُ حَنِى عَلَى

الصَّلَاةِ"

یعنی امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ جب مؤذن حنفی علی الصلاۃ کہے تب کھڑے ہو۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد دوم صفحہ 120 مطبوعہ بیروت میں اس

حدیث کے تحت لکھا ہے :

"وَذَقَبَ الْاَكْثَرُونَ اِلَى اَنَّهُمْ اِذَا كَانَ الْاِمَامُ مَعَهُمْ لِي

الْمَسْجِدِ لَمْ يَقُومُوا حَتَّى يُفْرَغَ الْاِقَامَةُ"

یعنی اکثر فقہاء و محدثین کا قول و عمل یہ ہے کہ جب امام اپنے مقتدیوں کیساتھ

پہلے سے مسجد میں موجود ہو تو اقامت ختم ہونے سے پہلے کوئی کھڑے نہ ہو۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہ کا مذہب باین الفاظ بیان کیا ہے :

"وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ يَقُومُونَ اِذَا قَالَ حَنِى عَلَى الْفَلَاحِ"

یعنی امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حنفی علی الفلاح پر کھڑے ہو۔ یہی عبارت

عینی شرح بخاری، تیسرے القاری شرح بخاری، شرح نووی علی المسلم، اشعۃ المذہبات علی

المشکوٰۃ جیسی تمام شروح میں لکھی ہوئی موجود ہے جس سے ہر امام کا قول سب پر واضح

ہو رہا ہے۔

حضرت امام محمد ابن حسن الشیبانی التوفی 187ھ نے موطا امام محمد صفحہ

86 مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور میں فرمایا :

"يُسْبَغِي لِلْقَوْمِ اِذَا قَالَ الْمُؤَدَّنُ حَنِى عَلَى الْفَلَاحِ اِنْ يَقُومُوا اِلَى

الصَّلَاةِ فَيُصَفُّوْا وَيُسَوُّوْا الصُّفُوفَ وَيُحَادُّوْا بَيْنَ الْمَنَاجِبِ"

یعنی نماز کیلئے پہلے سے مسجد میں بیٹھے ہوئے نمازیوں کو چاہئے کہ جب مکتبہ حنفی علی الفلاح کو پہنچے

تب کھڑے ہو کر صفوں کو برابر کریں، کاندھے سے کاندھے ملا کر صف بندی کرے امام

ابو حنیفہ کا قول یہی ہے۔ محدثین و شروح حدیث کی طرح ہی مذہب اربعہ سے مربوط

فقہاء و کرام و اصحاب قنآوی مجتہدین حضرات نے بھی اپنی کتابوں میں اس موضوع سے

متعلق اپنے اپنے اماموں کے مطابق ہی تصریحات کی ہوئی ہیں جیسے مفتی خراسان امام

عس الدین بخاری التوفی 962ھ نے قنآوی قہستانی جلد اول صفحہ 58 مطبوعہ دمشق



تو کھڑے ہندوستان میں مذہبِ حقّی کے مطابق اس موضوع کی تفصیل بتانے کے بعد لکھا ہے "وفی الكلام ابعاء خفي الى انه لو دخل المسجد احد عند الاقامة بفعل لكرامة القيام والانتظار" یعنی مذہبِ حقّی میں اس مسئلہ کا جو حکم ہے اس سے اس بات کا بھی باریک سا اشارہ مل رہا ہے کہ تکبیر کے دوران اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو اسے بھی حقّی علی الصلوة سے پہلے حالتِ قیام میں تکبیر کو سنا اور کھڑے ہو کر انتظار کرنا کر وہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ 57 میں ہے:

"اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يفسد ثم يقوم اذا بلغ المودن قوله حقّی علی الفلاح" یعنی اس موضوع سے متعلق فقہ حقّی کا فتویٰ یہ ہے کہ اقامت ہوتے وقت اگر کوئی شخص نماز کیلئے اندر آ جائے تو اسے بھی حقّی علی الصلوة سے پہلے کھڑے ہو کر انتظار کرنا کر وہ ہے بلکہ اس کیلئے بھی یہی حکم ہے کہ حقّی علی الصلوة تک بیٹھ جائے اس کے بعد تودن کا حقّی علی الفلاح کو پہنچنے پر کھڑے ہو جائے اس کے بعد مصلیٰ مسئلہ کی فقہ حقّی کے مطابق مزید تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے:

"ان كان المودن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المودن حقّی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح قائماً اذا كان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فكما جاور صفاً قام

ذلك الصف واليه مال شمس الانمة الحلواني والسرّ حسي وشيخ الاسلام خواهرزاده وان كان الامام دخل المسجد من قدامهم يقومون كلماً رء ووالامام وان كان المودن والامام واحداً فان اقام في المسجد فالقوم لا يقومون مالم يفرغ من الاقامة وان اقام خارج المسجد فمما نحن اتفقوا على انهم لا يقومون مالم يدخل الامام المسجد" یعنی تکبیر کہنے والا جب امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہو اور امام مقتدی پہلے سے مسجد کے اندر موجود ہو اس صورت میں ہمارے تینوں اماموں یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام ابو یوسف کا متفقہ قول ہے کہ حقّی علی الفلاح کہنے پر صف بندی کیلئے کھڑے ہو درست فتویٰ یہی ہے اور اگر امام کی غیر موجودگی میں تکبیر کی جارہی ہو اور شروع ہوتے ہی وہ آخر مسجد کی حدود میں داخل ہوا تو پھر دیکھا جائے گا اگر بیچے کی طرف سے آ رہا ہو یعنی صفوں کو چیر کر آئے مصلیٰ کی طرف جا رہا ہو تب جس جس صف سے گذرنا چاہیگا اسی وقت وہ کھڑے ہونگے۔ امام شمس الدین حلوانی، امام سرّ حسی اور امام شیخ الاسلام خواهرزاده نے اسی فتویٰ کی طرف میلان کیا ہے اور اگر قبلہ کی طرف سے داخل مسجد ہو کر مصلیٰ کی طرف بڑھ رہا ہو تب اسے دیکھئے کیا تھوہی ص ب کھڑے ہونگے۔

یہ ہوا امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے اقامت کہنے کے احکام اور اگر امام خود اقامت کہہ رہا ہو تو پھر خالی نہیں ہے یا عام عادت اور معروف طریقہ کے مطابق داخل مسجد میں کر یا خلاف عادت مسجد کی حدود سے خارجی جگہ میں۔ پہلی صورت میں



اُس کا پوری اقامت سے فارغ ہونے سے قبل کسی بھی مقتدی کو صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا جواز نہیں ہے بلکہ سب پر لازم ہے کہ پوری اقامت بیٹھ کے سنے اور اقامت کے ختم ہونے پر سب کھڑے ہوں اور دوسری صورت میں ہمارے تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ جب تک وہ اقامت سے فارغ ہو کر مسجد میں داخل نہیں ہوتا اُس وقت تک صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا جواز نہیں ہے بلکہ اقامت ختم کر کے جوں ہی مسجد کی حدود میں داخل ہوگا تب سب کے سب صف بندی کیلئے کھڑے ہونگے۔

فتاویٰ عالمگیری کی اس تفصیل کی طرح ہی حضرت ملک العلماء امام علاؤ الدین الکاسانی المحلی المتوفی 587ھ نے بھی فتاویٰ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول صفحہ 200 مطبوعہ بیروت میں مذہب امام ابو حنیفہ کے مطابق اس مسئلہ کو نماز باجماعت کی سنتوں کے زمرہ میں شمار کرنے کیساتھ اس انداز سے بیان کیا ہے جس کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کرنے والے تین سوفقیاء اصناف نے بھی اپنے اس پیش رو کو سامنے رکھ کر مذکورہ تفصیل لکھی ہیں۔ فجزاهم اللہ خیر الجزاء

فتاویٰ ذوالفقار میں بھی اسی انداز سے بیان کیا گیا ہے جسکی تشریح کرتے ہوئے فتاویٰ شامی نے جلد اول صفحہ 354 مطبوعہ المکتبہ الماحدہ یہ کوئٹہ میں لکھا ہے:

"كذا في الكسز ونور الايضاح والاصلاح والظهيرية والبدائع وغيرها" اور اس کے چند سطر بعد ذخیرۃ الفتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"يقوم الامام والقوم اذا قال المودن حتى على الفلاح عند علمائنا

السلامة" یعنی مذکورہ کتب کے علاوہ ذخیرۃ الفتاویٰ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ ہمارے متبیین اماموں یعنی امام ابو حنیفہ و امام محمد اور امام ابو یوسف کے قول کے مطابق امام و مقتدی پہلے سے مسجد میں موجود ہونے کی صورت میں حتیٰ علی الفلاح کے وقت صف بندی کیلئے کھڑے ہونگے۔

الغرض فقہ حنفی کی شاید کوئی شاذ و نادر کتاب یا کوئی شرح حدیث اس مسئلہ کے بیان سے خالی ہو ورنہ کسز، نور الايضاح، شرح وقایہ اور معالایہ مدہ جیسی عام کتب درسیہ میں بھی اس کے ساتھ تصریحات موجود ہیں یہ جدا مسئلہ ہے کہ بعض فقہاء کرام نے اسے نماز باجماعت کے آداب و مستحبات میں بیان کیا ہے اور بعض نے سنتوں کے زمرہ میں ذکر کیا ہے لیکن یہ ایک علمی و فقہی مسئلہ ہے جس کی نسبت اس کے عملی پہلو کو زیادہ اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ علم فقہ سے اصل مقصد و مدعا عمل کا حصول ہوتا ہے لہذا علم برائے علم کی مشقت میں پڑنے سے علم برائے عمل کی تبلیغ کو عام کرنے کی زیادہ اہمیت ہے کہ وہ ثواب و مدارجات اور مطلوب من اللہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر انسان کم سے کم درجہ ثواب کو پانے کیلئے بھی کوشاں رہتا ہے جب کسی بھی نمازی کو چاہے وہ معصوم ہو یا گناہ گار اہل علم ہو یا جاہل یہ معلوم ہو جائے کہ قفلان عمل باعث ثواب ہے تو وہ کبھی اُسے نہیں چھوڑتا اور جب اُسے پتہ چل جائے کہ قفلان کام نماز کے آداب و مستحبات کے قبیلہ سے ہونے کی بنا پر اُس پر عمل کرنے والے کو کچھ نہ کچھ ثواب و فضیلت ملنے کی امید ہے تو وہ ضرور اُس پر عمل کرتا ہے جبکہ کسی کام کا نماز کے آداب کے خلاف یا بے ادبی ہونے کی تیز و معلومات حاصل ہونے پر حتی المقدور اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے



ایسے میں پیش نظر مسئلہ کے حوالہ سے جو حضرات اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں یا صفوں کو برابر کرنے کے بہانہ سے اس جلد بازی و بے موسم عمل کو کار ثواب سمجھتے ہیں تو ان کی خطا کاری و جہالت میں کسی اہل علم کو شک نہیں ہو سکتا کیونکہ مذکورہ حوالہ جات کے مطابق یہ جاہلانہ خیال چاروں مذاہب اہل سنت کے خلاف ہے کہ کسی بھی امام مذہب نے اس طریقہ مروجہ کو کار ثواب نہیں جانا ہے، کسی نے بھی اس کی ترغیب نہیں دی ہے اور کسی نے بھی اسے بطور مذہبی طریقہ عمل بیان نہیں کیا ہے۔ بالخصوص فقہ حنفی کے متبعین اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نور اللہ مرقدہ الشریف کے مقلدین کا ایسا کرنا بدعت فی المذہب یا جہل بالمذہب کے مانعہ اللہ سے خالی نہیں ہے۔

اگر بالفرض مذہب حنفی کی ان تمام تاکیدات سے قطع نظر کریں، شروع سے کھڑے ہونے کے اس مشکوک عمل و رواج کو ثواب تصور کرنے کی بدعت فی المذہب سے بھی صرف نظر کرے، مذہب حنفی کے مطابق اس عمل کو نماز یا جماعت کی سنتوں میں شمارے جانے کو بھی پس پشت ڈال دیں اور شروع سے کھڑے ہونے کے موجودہ مروجہ اور غیر مذہبی طریقہ عمل کے کردہ ہونے کی ان تمام تر تصریحات سے بھی آنکھیں پھیر لے پھر بھی کسی حنفی کہلانے والے مقلد کو رد انہیں ہے کہ اپنے امام و پیشوا کے قول سے انحراف کریں، بلا دلیل اس کی مخالفت کریں اور تقاضاً تقلید کو پامال کریں

مسئلہ اپنی جگہ محض مستحب و آداب صلوٰۃ و جماعت ہی سہی لیکن اپنے امام

و پیشوا کی تقلید میں اس پر عمل کرنا واجب اور مخالفت کر کے خواہش نفس پر عمل کرنا نہ صرف مکروہ بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تصریح کے مطابق تلفیق ہونے کی وجہ سے حرام محض یا جہل محض بھی ہے گویا اس غیر مذہبی رواج اور بدعت فی المذہب کا نتیجہ نہ صرف نماز کے آداب کی خلاف ورزی اور استحباب و آداب کے ثواب و فضیلت سے محرومی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تقلید کے تقاضوں کو پامال کرنے کا وبال بھی ہے لیکن کرے کیا؟ قابل رحم عوام کو سمجھائے کون؟ جب کہ منصب تبلیغ پر فائز علماء کرام خود بے راہ ہو چکے ہیں اسلئے کہ ہمارے تجربہ کے مطابق یہ لوگ مندرجہ ذیل طبقوں میں بٹ چکے ہیں۔

(۱)۔ سیاسی مفادات کے پجاری جن کا عملی مذہب و ترجیح عوامی خواہشات کی تابعداری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(۲)۔ محراب و مہر کے مقدس کو فقہ انگیزی، دل آزاری اور تفرقہ بازی کے گناہ پر قربان کرنے والے فساد کاروں کا طبقہ۔

(۳)۔ سادہ لوح اماان مساجد جنکے پاس علم ہے نہ جرات، مذاہب کی پہچان ہے نہ تبلیغ کی تیز۔

(۴)۔ وعظ فروش اجرتی مقررین کا طبقہ جو مذہبی اجتماعات میں عوامی خواہشات و نفسیات کے مطابق اداکاری کر کے دنیا کمانے کے سوا اور کسی کام سے غم و غرض نہیں رکھتے ہیں۔

(۵)۔ تبلیغی جماعتوں اور تخیلوں کیساتھ مربوط طبقہ جن میں اقل قلیل مخلصین کے سوا



بعض دانش اور بعض نادانستہ طور پر بدترین فرقہ واریت میں مبتلا ہیں جن کی غالب اکثریت احکام اسلام کو کما حقہ سمجھنے کی سعادت سے محروم ہے جن کا اپنا ایمان و یقین کبھی پختہ نہیں ہوتا۔

(۶)۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کو دل و جان سے جملہ شعبہائے حیات میں کمال رہنما تصور کر کے اُس کے تحفظ و اشاعت اور تلقین و تبلیغ کیلئے زندگیاں وقف کرنے والے پاکیزہ نفوس کا طبقہ ہے۔ موجودہ دور کے ان چھ طبقوں میں سے پہلے پانچ سے صحیح معنی میں احکام اسلام کی تبلیغ کی توقع رکھنا اؤنٹ سے دودھ کی خواہش کرنے سے مختلف نہیں ہے جبکہ چھٹا طبقہ اس حوالہ سے موافق من اللہ ہے جن کے مساعی جلیلہ کی بدولت آج کل کافی مسلمانوں میں احکام اسلام پر درست عمل بھی ہو رہا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بھی خالصتاً لوجہ اللہ انجام پڑ رہا ہے۔

پیش نظر مسئلہ پر بھی جن مساجد میں کچھ عمل ہو رہا ہے یہ بھی ان ہی حضرات کے دم قدم سے قائم و دائم ہے۔ فجز اہم اللہ خیر العجزا

### ایک اشتباہ اور اس کا جواب:

اس مسئلہ سے متعلق ہمارے بعض حضرات نے یہ اشتباہ ظاہر کیا ہے کہ اگرچہ اقامت کے شروع سے صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا مروجہ طریقہ مذہب حنفی میں نماز باجماعت کے آداب کے خلاف اور ترک مستحب ہے لکن اسکے باوجود ایسا نہیں ہے کہ اسلام میں ہی نہ ہو یا ایسا کرنے سے کوئی بڑا گناہ ہوتا ہو ورنہ حضرات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی اجازت نہ دیتے ہوتے حالانکہ انہوں نے اس کی اجازت دی ہوئی

ہیں جیسے موطا امام مالک کے بحث اذان و اقامت میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت امام مالک سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کیلئے کوئی خاص وقت متعین ثابت نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ جسکی جب مرضی ہو کھڑے ہو جائے گناہ کسی صورت میں بھی نہیں ہے تو امام مالک کے اس فتویٰ کے مطابق اگر کوئی عمل کرے تو اس میں حرج کیا ہے؟

### اس کا جواب یہ ہے:

کہ ہم اُن لوگوں کا رونا رورہے ہیں جو امام ابوحنیفہ کے مقلد اور مذہب حنفی کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہوتے ہوئے اپنے امام کی مخالفت کر رہے ہیں اگر ہمارے گرد پیش مالکی المذہب حضرات ایسے کر رہے ہوتے تو ہمیں بھی اُن پہ کوئی اعتراض نہ ہوتا کیونکہ ہر مقلد پر اپنے امام و پیشوا کے فتوؤں کے مطابق عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسلئے ہمارے پیش نظر وہی حنفی المذہب کہلانے والے حضرات ہی ہیں جو زبان سے اپنے آپکو حنفی المذہب کہتے ہیں لکن اس مسئلہ میں بلا وجہ جان بوجھ کر مالکی مذہب پر عمل کر کے تملیق کاری کے گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں یا بوجہ جہالت انجانے میں تقاضاء تقلید کو پامال کر رہے ہیں اس طرح سے تملیق کاری یا جہالت نگری کے اندھیرے میں ادھاتیجرا دھاتیثر بننے کی بجائے اگر یہ حضرات یکطرفہ مذہب امام مالک کی تقلید اختیار کر کے اذان، اقامت، نماز، روزہ وغیرہ جملہ احکام اجتہاد یہ میں اُن کے فتوؤں کے مطابق عمل کرتے ہوتے تو کسی کو اُن پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہ ہوتا۔ اسکے علاوہ یہ بھی ہے کہ امام مالک کا یہ قول ہر جگہ اور ہر قسم کے نمازیوں کیلئے نہیں ہے بلکہ اُن ضعیفوں



کیلئے ہے جو اقامت کے ختم ہونے کے بعد جلدی کھڑے نہیں ہو سکتے یا کھڑے ہو کر جلدی میں صفوں کو برابر کر کے تکبیر اوئی کو نہیں پاسکتے ہیں چنانچہ موطا امام مالک کے محولہ الفاظ

"و اما قيام الناس حين ثقام الصلوة فاي لم يمنع في ذلك سجد يقام له الا انى اوى ذلك على قدر طاقت الناس فان منهم الثقيل والخفيف لا يستطيعون ان يكونوا كرجلي واحد" یعنی نماز کیلئے اقامت ہوتے وقت کھڑے ہونے کے کیلئے کسی خاص وقت کا حکم انحضرت ﷺ کے حوالہ سے میں نے نہیں سنا ہے جسمیں معین حد مقرر کی گئی ہو لکن میں از روئی اجتہاد مناسبت سمجھتا ہوں کہ یہ حکم نمازیوں کی جسمانی استطاعت کے مطابق ہو کیونکہ وہ یکساں نہیں ہوتے بلکہ ان میں بعض پر کھڑے ہونا بھاری ہوتا ہے بعض پر آسان۔

حضرت امام مالکؒ کے ان الفاظ سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ انہوں نے صرف اور صرف ان نمازیوں کیلئے یہ ارشاد فرمایا ہے جو اپنی جسمانی ناتوانی کی بناء پر اختتام تکبیر کے بعد کھڑے ہو کر تکبیر اوئی کو پانے سے قاصر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب شعرائی اور عبدالرحمن الدمشقی جیسے اسلاف نے اس موضوع سے متعلق امام مالک کا قول امام شافعی امام احمد ابن حنبل کے مطابق اختتام تکبیر کے بعد کھڑا ہونا بتایا ہے انہوں نے بھی امام مالک کے اس قول سے ہی استنباط کیا ہو گا ورنہ ان حضرات کی یہ نقل کذب محض ہو کر رہ جائیگی۔ حضرت امام مالک کے اس قول سے مغالطہ کھانے والے حضرات کو چاہیے کہ امام مالک کے ان الفاظ پر کہ

"فان منهم الثقيل والخفيف ولا يستطيعون ان يكونوا كرجلي واحد" کھڑے ہونے سے غور کریں ورنہ ذاتی پسند یا ماحول یا اثر کو ترجیح بنا کر دیکھنے سے غلط فہمی کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

### ایک اور مغالطہ کا جواب:

اقامت کے شروع سے بلکہ بعض جگہوں میں شروع اقامت سے بھی پہلے اور بالخصوص مغرب کی اذان کے ختم ہونے کے ساتھ ہی کھڑے ہونے کو ثواب جان کر شریعت کے اس استنباطی حکم کی مخالفت کرنے والے امام مساجد حضرات کو اس حد تک ہم نے اس جہالت کاری میں جتلا دیکھا ہے کہ اگر کوئی انہیں اس کی بابت سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اسے نئے مسائل بتانے والا بریلوی کہہ کر معاشرہ میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں دیوبندی اکثریت کے ماحول میں اس قسم حقیقی علماء و احناف کی تبلیغ غیر مؤثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ وقت بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے تیس سال قبل 1975ء میں جب صوبہ سرحد میں اس مذہبی حکم کی تبلیغ میں نے شروع کی تھی اور میری طرف سے پیش کئے جانے والے دلائل سے منفعل ہونے والے حضرات اپنی اپنی مسجدوں کے اماموں، خطیبوں اور مفتیوں کو اس پر عمل کرنے کیلئے آمادہ کرنے لگے تو اصحاب محراب و ممبر حضرات کی اس غالب اکثریت نے ٹھنڈے دل سے سوچنے، تلافی یافتہ کرنے اور گزشتہ راصلوۃ آئندہ را احتیاط کرنے کی بجائے محض اپنی انا کو بحال رکھنے کیلئے مغالطہ دینے کا یہی حربہ استعمال کیا کہ یہ بریلویوں کے نئے مسائل کہہ کر عوام کو دھوکہ دیا، حق کو مسترد کیا اور باطل



پڑا رہے۔ اس سلسلہ کا ایک جاہلانہ واقعہ یہ بھی مجھے یاد ہے کہ میرے درس حدیث کے طلباء میں ایک شخص صوفی یوسف کے نام سے بھی تھا۔ جو بعد میں بغداد شریف حضرت میران جبر شیعہ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کے مزار پر حاضری دینے کے دوران وفات ہو کر وہیں پر ہی مدفون ہو چکے ہیں۔ ایک دن حدیث شریف کے درس میں فرمان نبوی ﷺ: "لَا تَقْلُوبُوا حُجَّتِي فَرُوسِي" زیر بحث آئی تو حجتی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے کو جواب جاننے والوں کی اس بدعت کاری کو دلائل سے واضح کیا اور مذہب حنفی کے مطابق حجتی علی الصلوٰۃ تک بیٹھ کر تکبیر سننے کے شرعی حکم پر شروع حدیث و کتب فتاویٰ کے حوالہ سے دلائل بیان کئے درس کے بعد صوفی یوسف نے اپنی مسجد جا کر مقتدیوں کو اس کے پابند کرنے کی کوشش کی تو دیوبندی ماحول کی اکثریت کیوجہ سے مقتدیوں کی غالب اکثریت اُس کے دشمن ہو گئی اور مسجد کی امامت سے نکالنے کی دھمکی دی۔ انجام کار صوفی یوسف مرحوم نے جہالت کی اس اندھیر نگری کے سامنے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیا۔

ایسے معکوس العمل جاہلانہ ماحول میں بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے آواز حق کی تبلیغ جاری رکھی۔ جس کے نتیجے میں آج کل صوبہ سرحد میں کم از کم پانچ فیصد مسلمانوں پر اس حوالہ سے حق آشکارا ہو چکا ہے اور آواز حق کی اس تبلیغ کی وجہ سے جس مسجد سے صوفی محمد یوسف کی ناک میں دم کیا گیا تھا اور اُسے مسجد سے نکالنے کی دھمکی دی گئی تھی آج اُس کے اکثر نمازانی نہ صرف خود حجتی علی الصلوٰۃ تک بیٹھ کر تکبیر سننے میں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرنے ہیں۔

بریلویوں کے نئے مسائل کہہ کر عوام کو مغالطہ دینے کی اس جہالت خیزی کا جواب واضح ہے کہ زمانہ تابعین یعنی آج سے تیرا سو (1300) سال قبل حضرت امام ابوحنیفہ کے وقت سے موجود اور جملہ اسلاف کی کتابوں میں لکھا ہوا اس مسئلہ کے حوالہ سے دیوبندی یا بریلوی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ دیوبندی بریلوی اختلافات صرف اور صرف تحذیر الناس اور حفظ الایمان جیسی متنازعہ کتابوں کی وجہ سے وجود میں آئے ہوئے ہیں۔ جس پر ڈیڑھ سو سال کا عرصہ بھی ابھی نہیں گزرا ہے۔ جبکہ حجتی علی الصلوٰۃ تک بیٹھ کر تکبیر کو سننے کا شرعی حکم آج سے 13 سو سال قبل حضرت امام ابوحنیفہ کا بتایا ہوا شرعی فتویٰ ہے۔ جس پر بلا اختلاف تمام علماء احناف سلف صالحین نے نہ صرف عمل کیا بلکہ آئندہ نسلوں تک پہنچانے کیلئے قرآن بعد قرن اپنی اپنی کتابوں میں بھی لکھا ہے لیکن مغالطہ دینے والوں کو یہ جواب دینے کی صلاحیت عوام میں نہیں ہے کہ ہم کو اُن کا ساتھ دینا لازم ہے جو امام ابوحنیفہ کے مطابق تبلیغ کر رہے ہیں اور جملہ سلف صالحین کی روش پر چل رہے ہیں۔ عوام کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر حقیقی علماء کرام و مبلغین اسلام کی تبلیغی کاوشوں کو ناکام کرنے کیلئے انہیں نئے مسائل بیان کرنے والے بریلوی کہہ کر دیوبندی اکثریت کے ماحول میں بدنام کرنے کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ڈیوبندیوں کا جھوٹا اپنے خلاف تبلیغ کرنے والے حقیقی علماء کو دیوبندی کہہ کر بریلوی اکثریت کے ماحول میں بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کی حقیقت نا سمجھ عوام کو مغالطہ دینے اور اشتباہ میں ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ اس قسم مغالطہ دیگر عوام کو گمراہ کرنے کیساتھ خود اپنے آپ کو بھی آلودہ معصیت کرنے والے حضرات کو اللہ



تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر سوچنا چاہئے اور اپنے اس کردار کا خود محاسبہ کرنا چاہئے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف پشت کر کے اشرف علی تھاوی کی طرہ منہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ امام ابو یوسف و محمد جیسے مسلمہ پیشوایان اسلام کے فتوؤں کو چھوڑ کر ان کے مقابلہ میں فتاویٰ دیوبندی یا فتاویٰ رشیدیہ جیسی غیر معیاری کتابوں پر عمل کرنے کا کیا تک ہے؟ اور عہد نبوی ﷺ سے لیکر فتاویٰ رشیدیہ جیسی متنازعہ کتابوں کے وجود میں آنے سے قبل تک غیر متنازعہ و معتقدہ چلے آنے والے مسئلہ سے انحراف کر کے ان غیر معیاری اور متنازعہ کتابوں میں لکھی ہوئی بدعت کو سینہ سے لگانے کی کیا گنجائش ہے؟

اس موضوع پر میں جب بھی سوچتا ہوں تو میری حیرت کی انتہا ہوتی ہے کہ نور الایضاح سے لیکر مالابہ مذہب تک، کنز الدقائق سے لیکر وقایہ الروایہ اور شرح الوقایہ تک، متون سے لیکر شروع تک، شروع حدیث سے لیکر کتب فتاویٰ تک اور فقہ حنفی کی درسیات سے لیکر مبہوطات تک سینکڑوں کتابوں میں مذہب حنفی کے اس متواتر الثبوت مسئلہ کو پڑھنے اور پڑھانے کے باوجود وقت عمل اس کی طرف محض اس وجہ سے پشت کرنا کہ یہ فتاویٰ دیوبند کے مطابق نہیں ہے غضب کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

اسے کہتے ہیں قدیم سے کٹ کر جدید کو اپنانا، مسلمہ سے انحراف کر کے متنازعہ کو پیشوا بنانا اور معیاری کو چھوڑ کر غیر معیاری کو گلے کا ہار اور ماتھے کا جوہر بنانا جس کا انجام منکوس العیٰ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ "واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔"

### ایک اور مغالطہ کا جواب

بعض حضرات اس سلسلہ میں تنویر الصوف کا بہانہ بنا کر خود اشتباہی میں

جھٹکا ہونے کیساتھ دوسروں کو بھی مغالطہ دیتے ہیں کہ صفوں کو برابر کرنے کی بڑی اہمیت ہے جس پر عمل اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ شروع سے سب کھڑے ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کلمۃ الحق اربہد بھسا الباطل سے مختلف نہیں ہے یعنی صفوں کو برابر کرنے کی اہمیت کا مسئلہ اپنی جگہ اٹل ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لکن اسکا بہانہ بنا کر قبل از وقت کھڑے ہونے کو ترویج دینا باطل محض، اپنے پیٹ سے مسئلہ گھڑنے اور التباس الحق بالباطل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے گذشتہ صفحات میں موطا امام محمد شریف کے حوالہ سے مذہب حنفی کے مطابق ہم اسکا وقت بتا چکے ہیں کہ حضرت امام محمد نے حنفی مذہب کے مطابق اسکا جو وقت بتایا ہے وہ حنفی علی الفلاح کے بعد ہے ان کے الفاظ یہ ہیں

"ينبغي للقوم إذا قال المودون حنفي على الفلاح ان يقفوا إلى الصلوة فيصفوا ويصنوا الصوف"

موطا امام محمد مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور صفحہ ۸۶

جب ان مذہبی کتابوں میں دیگر عبادات کیلئے جدا جدا اوقات بتانے کی طرح ہی صفوں کو برابر کرنے کا بھی وقت بتایا جا چکا ہے کہ حنفی مذہب کے مطابق ہی علی الصلوة کے بعد اسکا وقت شروع ہوتا ہے تو ان تصریحات کی موجودگی میں اپنی طرف سے قیاس آرائی کرنے کا کیا جواز ہے، مقررہ اوقات تبدیل کرنے کا کیا ٹنگ ہے اور مذہبی تحدیدات کو منہ کر کے ایک کا وقت دوسرے کو دینے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے اگر خواہ تحوٰل ان تحدیدات مذہبیہ کو پس پشت ڈال کر ان کے مقابلہ میں اپنی رائے کو داخل



اسلام کرنا ہے تو پھر اپنے ایک مقلد کہلانے کا کیا جواز باقی رہتا ہے مذہب حنفی کے پیروکار کہلانے کا کیا حق ہے ادھاتیر ادھانیر بننے کے اس دو غلاپن کو چھوڑ کر خود کو غیر مقلد کیوں نہیں کہتے تاکہ اتحاد بین المسلمین کی خاطر کسی کو ان کے خلاف آواز اٹھانے کی بھی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور یہ کہنا کہ شروع سے کھڑے ہوئے بغیر صفوں کو برابر کرنا ممکن نہیں ہے خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے کیونکہ ہمارا عملی تجربہ ہے کہ لوگوں کو صف بندی کیلئے کھڑے ہونے اور صفوں کو برابر کرنے کیلئے جدا جدا اوقات کی تبلیغ کر کے اسکے مطابق تربیت دینے پر وہ بڑی آسانی کیساتھ اس پر عمل کر لیتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جن امامان مساجد نے اپنے مقلدوں کو اس سلسلہ میں تعلیم و تربیت دیکر تیار کیا ہوا ہے وہ جی علی الصلوٰۃ کے بعد کھڑے ہو کر آنا قانا صفوں کو برابر کر کے تکبیر اولیٰ کو بھی پالیتے ہیں جبکہ شروع سے کھڑے ہونے والے بے تربیت اس تمام دورانیہ میں بھی صفوں کو برابر نہیں کر سکتے ہیں وہ تو اپنی بے علمی و بے تربیتی کی وجہ سے تسویۃ الصفوف کے بے موسم جذبہ سے سرشار ہو کر مسجد کے نقش و نگار و ماحول پر نظریں دوڑاتے ہوئے تسویۃ الصفوف والی سنت پر عمل کرنے سے محروم رہنے کیساتھ جی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کے آداب و استحباب سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔

الغرض جس بہانہ سے اس مذہبی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس پر بھی پوری طرح عمل انہیں نصیب نہیں ہوتا انجام کار نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔  
عذر رنگ اور اس کا جواب:-

بعض حضرات کو اس سلسلہ میں یہ عذر پیش کرتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ جی

علی الصلوٰۃ سے پہلے صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا رواج اگرچہ مذہب حنفی کے خلاف ہے لیکن علماء کی اکثریت چونکہ اسی پر رواداواں ہے۔ جس وجہ سے ہم بھی اس کے خلاف نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ انکی مخالفت کرنے میں مسلمانوں کے مابین اختلاف پیدا ہوتا ہے اور تفریق کلمۃ المسلمین کے سبب بننے والے ہر عمل سے بچنا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات عذر رنگ کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس میں تفریق کلمۃ المسلمین اور اختلاف پیدا کرنے کی کوئی بات ہے یہ سوال تب پیدا ہوتا اگر مسلمانوں کی جماعت پہلے سے صراط مستقیم پر عمل کرتی چلی آ رہی ہو تو انکی یکجہت و اتفاق علی الحق کو توڑنے کیلئے ان کی صفوں میں سوراخ پیدا کرنے یا ان کا شیرازہ منتشر کرنے کیلئے خلاف حق جدید عقیدہ و عمل کی تبلیغ شروع کیجائے یا کوئی بدعت ایجاد کیجائے یہاں پر ایسا نہیں ہے کیونکہ ان ملکوں میں نمازی مکہم حنفی المذہب ہیں اور مذہب حنفی کے جملہ امامان مذہب و مجتہدین کا اجماع ہے کہ جی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے میں ترک مستحب و خلاف ادب ہے۔ ایسے میں امامان مساجد و اصحاب محراب و ممبر حضرات پر فرض عین بنتا ہے کہ وہ مذہب حنفی کے پیروکار کہلانے والے عوام الناس کو اس کے متعلق تبلیغ کر کے سمجھائے صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کیلئے اور صفوں کو برابر کرنے کیلئے جو جدا جدا اوقات مذہب حنفی کے مطابق کتابوں میں بتائے گئے ہیں ان کی انہیں تعلیم و تربیت دیکر عمل کیلئے تیار کریں۔

امامان مساجد و خطباء کی ذمہ داری محض نماز پڑھانا اور تقریر کر کے محراب و ممبر گرامانی نہیں ہے بلکہ بانی اسلام رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق



ہر امام مسجد و ہر امام جمعہ کے مذہبی فرائض میں شامل ہے کہ اپنے مقتدیوں کو نماز کی صحت و تنعم، شرائط و آداب سیکھانے کیساتھ ساتھ اذان و اقامت اور تسبیح الصغوف، صف بندی کیلئے کھڑے ہونے اور صفوف کو برابر کرنے کیلئے مقررہ اوقات کی بھی انہیں تعلیم و تربیت دیکر عمل کیلئے تیار کریں اور آداب و آداب بتا کر خلاف آداب حرکات سے بچنے کی انہیں تبلیغ کریں۔ جیسے مرفوع حدیث میں اللہ کے حبیب رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”أَلَا مَسَامُ خُصَامِي“ یعنی ہر مسجد کا امام اپنے مقتدیوں کی نمازوں کا ضامن ہے، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۵ کتاب الصلوٰۃ، فصل الاذان و اجابت المودون۔ لیکن جب سے حنفی المذہب کہلانے والے امان مساجد نے نمازوں سے متعلقہ اپنی ان ذمہ داریوں کو ترک کیا اُس وقت سے نمازوں کے آداب و مستحبات، سنن و شرائط وغیرہ احکام کے علم سے بھی محروم ہونے لگے ہیں نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بھی مجازات اعمال کے عادلانہ نظام قدرت کے مطابق تبلیغ کے ذمہ پر خالص جالوں کو ان پر مسلط کیا ہے جو مختلف نیلوں، بہانوں سے انہیں شہر بہ شہر گاؤں بہ گاؤں بستر بدوش گھومتے پھیراتے رہتے ہیں۔

جائے تعجب ہے کہ امام و مقتدی سب اپنے آپکو مذہب حنفی کے مقلد و تبع کہتے ہوئے بھی محض جہالت کیوجہ سے اُس کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو ایسے میں اگر کوئی اہل علم انہیں سمجھائے، اس غلطی پر انہیں حبیہ کریں اور اپنے امام کی مخالفت نہ کرنے کی انہیں تبلیغ کریں تو اس میں اختلاف بین المسلمین پیدا کرنے کی کوئی بات ہے اگر ایسی

تبلیغ و فتراق بین المسلمین کی حرام کاری کے ذمہ میں آتی ہو تو پھر تبلیغ نام کی کوئی چیز جائز نہیں ہو سکتی کیونکہ شریعت کی زبان میں تبلیغ اُسے کہتے ہیں کہ جہالت کے خلاف علم کی روشنی پھیلائی جائے خلاف مذہب کاموں سے منع اور مذہبی احکام پر عمل کرنے کی تلقین کر کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جائے جیسے اللہ کے حبیب ہانی اسلام رحمت عالم ﷺ نے مرفوع حدیث میں ارشاد فرمایا:

”مَنْ زَانَى مِنْكُمْ فَتَنَّاكَ فليغيره بيده فان لم يستطع فليمسسه فان لم يستطع فليقلبه وذاك اضعف الايمان“ یعنی اگر تم میں سے کوئی شخص کسی میں خلاف مذہب کوئی کام دیکھیں تو ہاتھ سے منع کریں اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر زبان سے منع کریں ایسا بھی اگر نہیں کر سکتا تو پھر دل میں اُسے نہ جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین رتبہ ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶ باب الامر بالمعروف۔

امام و مقتدی دونوں ایک ہی مذہب کے مقلد و پیروکار ہوتے ہوئے بھی عمل اُسکے خلاف کریں تو اس سے بڑی جہالت اور کیا ہوگی، اپنے امام کے مذہب کے خلاف خواہش نفس کی پیروی کرنا امر منکر نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا اور غیر مذہبی روش کے خلاف تبلیغ کو تفریق بین المسلمین سے تعبیر کر کے باطل کے ہاتھ مضبوط کرنے کی یہ روش! عذر رنگ نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی ایسے ہی حضرات کے متعلق فتاویٰ درالحقار میں فرمایا ہے:

”والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاحكام وآن الحكم الملقق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا وهو المختار في المذهب“ یعنی خلاف مذہب باتوں پر عمل کرنے کیلئے فتویٰ دینا جہل



محض ہونے کیساتھ اجماع امت کی بھی مخالفت ہے اور اپنی من پسند باتوں کیلئے جواز ڈھونڈتے ہوئے ادھر ادھر کے بہانہ و غدار تلاش کرنا باجماع الامت باطل ہے اور کسی ایک مذہب کی تقلید کر کے اس پر عمل کرنے کے بعد کسی مسئلہ میں اسکی مخالفت کرنے کی روش بھی باجماع الامت باطل ہونے کا قول بخاری فی المذہب ہے ملاحظہ ہو فتاویٰ درالفتاویٰ علی حاشیہ فتاویٰ الطحاوی جلد اول صفحہ ۵ مطبوعہ بیروت

ایک کج فہمی اور اس کا جواب :-

بعض حضرات کو اس مسئلہ کے حوالہ سے اپنی غفلت و کج عملی کا پتہ چلنے کے بعد اصلاح احوال کرنے کی بجائے یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ حضرت سعید ابن المسیب نے شروع سے کھڑے ہونے کو واجب کہا ہے لہذا ہم ان کے مطابق ایسا کرتے ہیں کیونکہ وہ اصحاب مذہب اماموں سے مقدم ہونے اور زیادہ صحابہ کرام کی صحبت کو پانے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں زیادہ قابل عمل ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو جہیزہ صرف مغالطہ ہے بلکہ مسئلہ تقلید مفہوم تقلید اور تقلید شرعی کیلئے اسلامی معیار کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بے حقیقت اشتباہ ہے کیونکہ تقلید شرعی کیلئے ضروری نہیں ہے کہ جسکی تقلید کی جائے وہ سب سے مقدم ہو یا تمام متقدمین سے افضل ہو صحابی ہو، صحابہ کرام کا شاگرد ہو یا کثیر اصحاب ہوں نہیں ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے بلکہ تقلید شرعی یا تقلید شخصی کیلئے شرعی معیار صرف اتنا ہے کہ غیر منصوصی مسائل میں جس صاحب اجتہاد امام کے مصیب فی الاجتہاد ہونے کا غالب گمان ہو اس پر اعتقاد کر کے اس کے جملہ اجتہادی اقوال پر عمل کیا جائے۔ اور ایک بار

اس پر اعتقاد کر کے اس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا باطل و ناجائز قرار پاتا ہے۔ جیسے فتاویٰ درالفتاویٰ میں ہے:

"والرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً وهو المختار فی المذہب" "فتاویٰ درالفتاویٰ علی حاشیہ فتاویٰ الطحاوی علی الدرالفتاویٰ جلد اول صفحہ ۵ اسی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے طحاوی نے لکھا ہے:

"إن التقليد عبارة عن الالحاق بقول امام مع بقائه على مذهبه" یعنی تقلید شخصی کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک امام کو حق بجانب جان کر اس کے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اس کے قول پر عمل کیا جائے۔ اس کے بعد لکھا ہے:

"لا يجوز تقليد ما اذا علمي الواحد" یعنی ایک سے زیادہ اماموں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے تحریر الاصول امام ابن حنبل کی شرح (التقریر والتبصیر) جلد سوم صفحہ ۳۵ میں ہے:

"إذا تعارض قولاً مجتهدین یجب التخصی فیہما فإذا وقع فی قلبہ أن الضوَاب أخذہما یجب العمل بہ وإذا عمل بہ لیس لہ أن یعمل بالآخر إلا إذا ظهر خطأ الأول" یعنی مجتہدین کرام کے مابین اختلافی مسائل کے احکام جب ایک دوسرے کے متضاد ہو تو مقلد کو غور و فکر کرنے کے بعد ان میں سے کسی ایک کے حق بجانب ہونے کا غالب گمان کر کے اس کی تقلید کرنے کے بعد اسکی خطائی پر مطلع ہوئے بغیر اسکی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

قاضی بیناوی التوفی ۶۸۵ھ کے منہاج الاصول الی علم الاصول کی شرح



نہایت الرسول فی شرح منہاج الوصول میں امام جمال الدین الاسنوی التوفی ۷۲۸ھ نے اپنی اس شرح کے اختتامی حصہ میں یعنی جہاں پر یہ ختم ہو رہی ہے وہی پر اس سلسلہ میں جو آخری فیصلہ لکھا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں:

”بمعین تقلید الاثمة الاربعة دون غيرهم لان مذاهب الاربعة قد انتشرت وعلمت تقليد مطلقا وتخصيص عامها ونشرت فروعها بخلاف مذهب غيرهم فرفض الله عنهم وارضاهم وخسرنا في امرهم انه رحيم ودود“ یعنی عام مسلمانوں پر صرف ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید معین طور پر لازم ہے اُن سے پہلے کے مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کرنا اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اُن کے مذاہب دنیا میں پھیلے نہیں بلکہ ان تک محدود رہے اور اُن کے مطلق و عام اقوال کی تقلید و تخصیص اور اُن کے جزئیات و فروع کی تشریح بھی نہیں ہوئی اس لئے وہ قابل عمل بھی نہیں رہے۔ بخلاف موجودہ مذاہب اربعہ کے کہ یہ چاروں کے چاروں دنیا میں پھیل گئے اور اُن کے بتائے ہوئے مطلق و عام مسائل کی قیودات و مواقع تخصیص کی تشریح ہونے کیساتھ اُن کے جزئیات و فروعات بھی مدون ہو کر دنیا میں پھیل چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ہم دست بدعا ہیں کہ وہ ان سے راضی ہو جائے اور ان سب کو ہم سے راضی کریں اور آخرت میں ہمیں ان کی جماعت میں اٹھائے بے شک وہ اپنے بندوں پر زیادہ رحم فرمانے اور محبت فرمانے والا ہے۔

محقق علی الاطلاق امام ابن عام التوفی ۸۶۱ھ نے بھی تحریر الاصول کا اختتام تقریباً ایسے ہی الفاظ و مضمون پر کیا ہے جنہیں اپنی اس عظیم کتاب اصول کا کھملہ

قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

”تكملة نقل الامام اجماع المحققين على منع العوام من تقليد اعيان الصحابة بل من بعدهم الذين سبوا ووضعوا ودونوا وعلى هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الاربعة بالاضباط مذاهبهم وتقليد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم يدر مثله في غيرهم الى الآن لانقراض اتباعهم هو صحيح“ یعنی مسئلہ تقلید کا آخری کھملہ امام برهان الدین کے اس فیصلہ پر کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے کہا ہے کہ عوام کو سربراہ آوردہ مجتہد صحابہ کرام کے اُن اقوال کی تقلید کرنے سے منع کرنا چاہیے جو ائمہ اربعہ کے اقوال کے خلاف ہیں بلکہ اُن کے بعد والے اُن مجتہدین کے اقوال کی تقلید کرنے کی انہیں تلخ کرنا چاہیے جنہوں نے مسائل کی چھان بین کی ہیں اور جزئیات کے استخراج کیلئے اصول و قواعد وضع کرنے کیساتھ انہیں کتابی شکل میں مدون کیا ہے اور چوتھی صدی ہجری کے بعد والے متاخرین علماء کرام نے یہ جو کہا ہے کہ عوام کو مذہب اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید کرنے سے منع کرنا چاہیے کیونکہ تقلید شخصی کیلئے ضروری ہے کہ جس کی تقلید کچھائے اُس کا مذہب کتابی شکل میں مدون ہوا ہو اور اُس کے بتائے ہوئے مطلق و عام مسائل کی قیودات و مواقع تخصیص کی تشریح کی گئی ہو یہ معیار مذاہب اربعہ کے علاوہ اور کسی میں نہیں پایا جاتا کیونکہ ان چاروں کے سوا باقی سب کے قبیحین بھی وقت کے گزرنے کیساتھ ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ تو یہ قول بھی امام برهان الدین کے اس فیصلہ کے مطابق ہی واضح ہے جس میں انہوں نے ائمہ اربعہ کے سوا کسی اور مجتہد کی تقلید



## ایک اور اشتباہ کا جواب:

بعض حضرات کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب کے مطابق فتویٰ صادر کرنا جائز ہوتا ہے اسی اصول کے مطابق مذہب حنفی کے پیروکار حضرات کی اکثریت حضرت سعید ابن المسیب جیسے جلیل القدر تابعی کے مذہب کے مطابق ایسا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشتباہ بھی اشتباہ برائے اشتباہ یا اشتباہ برائے مفاہظ کے سوا کچھ نہیں ہے اسلئے کہ اولاً تو یہ اصول یہاں پر منطبق ہی نہیں ہوتا کیونکہ ایسی ناگزیر ضرورت یہاں پر نہیں ہے جبکہ اس اصول پر عمل کرنے کے مصارف و محل صرف وہی چند مقامات ہوتے ہیں جہاں پر اپنے امام مذہب کے مطابق عمل کرنا ممکن نہ ہو سکے، یا کسی فساد کو منکوم ہونا ہو یا اپنے امام مذہب کی کتب مدونہ میں کوئی راہنمائی ہی موجود نہ ہو ان سب کی تفصیل فقہ حنفی کی کتابوں میں تمثیلی جزئیات کی شکل میں موجود ہے لیکن یہاں پر قطعاً کوئی ایک صورت بھی ایسی موجود نہیں ہے تو پھر بلا وجہ مذہب سے عدول کرنے کا کیا تنگ ہے؟

ثانیاً یہ کہ مذکورہ تینوں ناگزیر ضرورتوں میں سے کسی ایک کی بنیاد پر فتویٰ صادر کرنے کا مطلب بھی وہی ہے جو تقلید شخصی کے مفہوم کی وضاحت سے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک پر ہو جو مدون ہو چکے ہیں جو تواتر کیا ساتھ بلا شک و شبہ ہم تک پہنچے ہیں جنکے قیوعین دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جنکی تشریح و توضیح مستقل مذہبی و کتابی شکل میں موجود ہے جبکہ یہاں پر اشتباہ پیدا کرنے والوں کے ہاتھ خالی

کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے اب فقہاء کرام اور علماء اصول کی ان تصریحات کی روشنی میں حضرت سعید ابن المسیب کے مذکورہ قول یا ان کے ذاتی اجتہاد کی تقلید میں اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کو واجب بنانے والے حضرات کا یہ کردار دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

۱:- اول یہ کہ وہ اپنے آپکو جس امام کا مقلد کہلاتے ہیں اُسکے مذہب کا غلط اور خلاف حقیقت ہونے پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل انہیں معلوم ہوئی ہوگی۔

۲:- دوم یہ کہ بلا دلیل شرعی ایسا کر رہے ہیں اس مانوۃ الخلو کی پہلی صورت میں ان حضرات پر یہ فرض بنتا ہے کہ اُس دلیل کو دنیا کے سامنے ظاہر کر کے مذہب حنفی کے حتمیین کو علی الاعلان للطلی سے بچانے کی تبلیغ کرے کیونکہ حضرت امام ابوحنیفہ کے قول "اذا صح الحديث فهو مذهبي" کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اور دوسری صورت میں تقلید شخصی کے حوالہ سے جملہ فقہاء کرام اور کل مذاہب مجتہدین کے اس متفقہ فیصلہ کی خلاف ورزی کر کے ارتکاب بدعت کے جرم سے بچنا ان پر فرض بنتا ہے کیونکہ کل مذاہب فقہاء کرام کے متفقہ فیصلوں سے عدول کرنا خود کو بدعت میں جکلا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے جس سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ان حضرات کا ظاہری حال بتا رہا ہے کہ یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے مطابق بھی تبلیغ کرنے کے جرات نہیں کر سکتے ہیں ایسے میں ان کی طرف سے پیش کئے جانے والے یہ اشتباہ مذہب حنفی کے پیروکار عوام کو دھوکہ دینے، اندھیرے میں رکھنے اور غیر حقیقی راہ پر چلانے کی کج روی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔



ہیں ورنہ ایک سعید ابن المسیب نہیں بلکہ اُن کے علاوہ اور بھی کافی تابعین ایسے صاحب اجتہاد و صاحب مذاہب گذرے ہیں جنکے اقوال و مذاہب غیر مدون، تبعین غیر موجود اور ہم تک پہنچنے میں نقل غیر متواتر و غیر یقینی ہونے کی بناء پر اُن کی طرف منسوب شدہ ان روایات پر فتویٰ صادر کر کے کو کسی نے بھی جائز نہیں سمجھا بلکہ صحابہ کرام میں بھی جن اصحاب اجتہاد و صاحب مذاہب کی طرف منسوب شدہ روایات ان مذاہب مدونہ کے خلاف ہیں اُن پر عمل کرنے کو بھی کسی نے جائز نہیں سمجھا مثال کے طور پر مدینہ منورہ کے رہنے والے صحابہ کرام و تابعین اقامت کے الفاظ کو ایک ایک بار پڑھا کرتے تھے جیسے موطا امام کی اسی مذکورہ حدیث کے اول حصہ میں ہے:

"فصل لم یسلغنی فی النداء والاقامة الا ما اذركم الناس عليه فاما الاقامة فانها لا تقضى وذاك الذي لم يذل عليه اهل العلم یسلغنا" یعنی اذان کے الفاظ میں سے ابتر کی تکبیر اور آخری تکبیل کے علاوہ باقی تمام الفاظ کو دو دو بار جبکہ اقامت کے الفاظ کو ایک ایک بار پڑھنے کا جو رواج تھا اُسکے فلسفہ سے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں حضرت امام مالک نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں اہل مدینہ کے صحابہ کرام و تابعین کے عمل کے سوا کوئی قطعی دلیل ہمیں نہیں پہنچی ہے ہم نے اہل مدینہ کے اہل علم صحابہ و تابعین کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے کہ وہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار پڑھتے آئے ہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی صحیح حدیثوں کے مطابق کافی سے زیادہ مجتہدین صحابہ و تابعین کرام بدن سے خون بہنے کو ناقص و ضعیف نہیں سمجھتے تھے کیا حنفی المذہب ائمہ

دین و سلف صالحین میں سے کسی نے امام ابو حنیفہ کے اجتہاد کے برعکس ان اجتہادی مذاہب صحابہ و تابعین پر عمل کرنے کو جائز سمجھا ہے؟ جب ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے تو پھر عین نظر مسئلہ میں باغی حنفی بننے کا کیا جواز ہے؟

### ایک اور اشتباہ کا جواب:-

اس سلسلہ میں کچھ ایسے امامان مساجد و اصحاب محراب و مہرہم نے دیکھے ہیں جو اصل مسئلہ کو سمجھتے ہیں اور حنفی مذہب کے پیروکار ہونے کے ناطے اس پر عمل بھی کرنا چاہتے ہیں لیکن اس حوالہ سے گرد و پیش پھیلی ہوئی جاہلانہ یا مخالف کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ تبلیغ کر کے انہیں اطمینان نہیں دلا سکتے ہیں اور جہالت کے گھڑے سے نکال کر انہیں مذہب کے اُجالا میں نہیں لاسکتے ہیں تو اپنی عاجزی و ناتوانی کو وجہ جواز بنا کر کہتے ہیں کہ جب اکثریت کو سمجھا کر ہم راہ راست پر نہیں لاسکتے ہیں تو ان کی مخالفت کیوں کریں جب کہ مخالفت کرنے میں اپنا ہی نقصان ہے کہ اکثریت کی نگاہ میں آدمی جدید مسئلہ کا داعی مشہور ہو کر بدنام ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اکثریت کا ساتھ دینے میں ہی عافیت ہے یا کم از کم خاموشی اختیار کی جائے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ بہانہ اُن کی بے علمی، اسلامی تبلیغ کی فرضیت و اہمیت سے غفلت اور بزدلی کا نتیجہ ہے کہ اصل مسئلہ کو سمجھنے کے باوجود اسکی تبلیغ کرنے کی جرات نہیں کر پاتے اور مذہب حنفی کے دعویداروں کو اُن کے اپنے امام کا قول و مذہب دیکھا کر قائل کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے اور اُن کو خود اُن ہی کے امام کی پیروی ہوئی روشنی دیکھا کر تقلید شخصی کے منافی عمل سے آگاہ کرنے کی شرعی مسئولیت



سے محروم ہو کر خاموشی اختیار کرنا ان کے منصب مذہبی سے ہرگز میل نہیں کھاتا اور ان کا یہ کردار بانی اسلام رحمت عالم ﷺ کے فرمان:

”الامام ضامن“ یعنی ائمہ مساجد اپنے مقتدیوں کی نمازوں کے ضامن ہیں کہ انہیں نمازوں کے متعلق مسائل کی تبلیغ و تربیت دیں مکتبہ شریف صفحہ ۶۵ کتاب الصلوٰۃ، فصل الاذان کے بھی مثنائی ہے کیونکہ اللہ کے رسول بانی اسلام رحمت عالم ﷺ نے اس حدیث میں امامان مساجد کو اپنے مقتدیوں کے نمازوں کا ضامن قرار دیا ہے جس سے غمزدہ براء ہونے کی واحد صورت یہی ہے کہ وہ مسائل و اداب صلوٰۃ سے نہ صرف انہیں آگاہ کریں بلکہ شرائط و ارکان، واجبات و مستحبات کی تبلیغ کرنے کیساتھ نماز کے فساد و مکروہ اور خلاف اداب اعمال و حرکات سے بھی بچنے کی انہیں تعلیم دیں لیکن مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ امامان مساجد و اصحاب محراب و مہر حضرات کی غالب اکثریت لوازمات محراب و مہر کے حوالہ سے اپنی ان ذمہ داریوں سے غافل ہے اس سلسلہ میں ہمارا ذاتی تجربہ و مشاہدہ یہ ہے کہ امامان مساجد اپنی ذمہ داری کو نمازوں کی امامت کرانے تک محدود سمجھ رکھا ہے جبکہ مقررین و مبلغین کا انداز بیان عوام کو خوش کرنے کیلئے ان کے نفسیات کے مطابق ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے ایسے میں عوام کو ان کی نمازوں، اجتماعی عبادات اور معاشی و معاشرتی مسائل و احکام کی مذہبی رہنمائی کرنے والے کون ہوں گے؟ ہاں اللہ المشتکی

**ایک اور مضامین کا جواب:**

اس مسئلہ سے متعلق انہوں نے میں خلاف مذہب اقامت کے شروع سے ہی

کھڑے ہونے والے کچھ امامان مساجد و خطباء کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود اس مسئلہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ اقامت کے شروع سے ہی کھڑا ہونا حنفی مذہب میں خلاف مستحب ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام پر لازم ہے کہ اقامت منکر مصلیٰ پر آجائے یہ حضرات اپنے اس موقف پر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند اور فتاویٰ رشیدیہ سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ جس شخص کا دماغ درست ہوگا اور عربی عبارات کو سمجھ کر پڑھنے کی ذرہ برابر صلاحیت ہوگی یا فقہ حنفی کی کتابوں کیساتھ کچھ مناسبت ہوگی تو وہ ایسی مہمل بات کبھی منہ سے نہیں نکال سکتا۔ جائے تعجب ہے کہ فقہاء اصناف نے تو نماز باجماعت کے مستحبات و اداب کا مستقل عنوان قائم کر کے اس کے تحت دیگر مستحبات کی طرح ہی حلی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو بھی ذکر کیا ہے۔ مفتی نمونہ از خرواری تئیر الابصار کی اس عبارت پر ”ولها آداب نظره إلى موضع سجوده حال قيامه وامساك فجء عند التشاوب والخراج كفيته من كميه عند التكبير وذفع السعال ما استطاع والقيام حين قبل حتى على الفلاح ان كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صنف ينتهى إليه الایمام علی الاظهر“ پر سرسری نظر ڈالنے والا محض بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ فقہاء کرام کی یہ عبارت امام کو مصلیٰ پر آنے کا وقت بتانے کیلئے نہیں بلکہ نماز باجماعت کے آداب و مستحبات بتانے کیلئے لائی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی اس ظاہر الروایت کی تشریح کرتے ہوئے کنز الدقائق اور نور الایضاح سے لیکر فتاویٰ درالحقار، فتاویٰ عالمگیری، البدائع



والصالح اور فتاویٰ شامی تک سب نے اسے نماز باجماعت کے آداب و مستحبات کے سلسلہ میں ہی سمجھ کر اس کے مطابق تشریح کی ہیں ایسے میں ان امامان مساجد کی یہ توجیہ مجنون کی بڑے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور ان حضرات کا فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے استدلال کرنا بھی ایک اندھے کا دوسرے اندھے کو پیشوا بنانے سے مختلف نہیں ہے میرے ذاتی تجربہ کے مطابق اس خط کے مسلمانوں میں غیر مذہبی باتوں کے مروّج ہونے، اسلاف کے نقش قدم سے منحرف ہونے اور اہل اسلام کے مابین مذہبی اختلافات و جھگڑا بندیوں کی موجودہ روش کی اصل ذمہ دار فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، فتاویٰ رشیدیہ اور تقویۃ الایمان و تحذیر الناس بھی کتا ہیں ہیں جب تک اس قسم کی کتا ہیں وجود میں نہیں آئی تھیں تب تک مسلمانوں میں کوئی اختلاف تھا نہ مذہبی جھگڑے نہ دیوبندی و بریلوی نہ اعتقادی فساد نہ عملی بگاڑ خرابی پیسار کے بعد اب بھی اگر ان کتابوں کو گلے کا ہار ماتھے کا جھومر بنانے والے حضرات اپنے ہی مکتبہ فکر کے مرد حق شناس مولانا عامر عثمانی مرحوم مدیر اعلیٰ ماہنامہ تجلی دیوبند کے مشورہ پر عمل کر کے ان سب کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دیں اور اعلان کریں کہ ان کے مندرجات اسلامی تعلیمات کے خلاف ہونے کی بناء پر آگ لگانے کے ہی قابل تھے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ دیوبندی و بریلوی کے حوالہ سے بنیادی اختلاف ہی ختم ہو جائیگا۔ فریقین کے سنجیدہ حضرات ایک دوسرے کے قریب آجائیں گے ایسے میں غیر ضروری اور فروغی مسائل کو موضوع بحث بنا کر اختلاف کی آگ سلگانے والے سلفیہ و جہلا کی اپنے آپ ہی حوصلہ شکنی ہو کر اہلسنت و جماعت حنفی المذہب کہلانے والے دونوں فریقوں میں

حقیقی اتحاد و یکا گت کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ ہم نے جب سے اس اشتباہ میں مبتلا حضرات کی اس غیر حقیقی توجیہ فتاویٰ رشیدیہ و دیوبند کا حوالہ سنا تو دونوں کو دیکھا اول الذکر میں مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی کے صفحہ ۱۸۵ پر سوال نمبر ۲۱۶ بعنوان امام کے مصلیٰ پر آجانے کے وقت تکبیر شروع کی جائے یا اسکی عدم موجودگی میں بھی جائز ہے؟ کے جواب میں بطور سوال گندم جواب چنان فقہاء اصناف کی مذکورہ عبارت کو نقل کیا گیا ہے یعنی سوال کرنے والے کے سوال کا اس عبارت کیساتھ کوئی تعلق ہے نہ یہ عبارت اسکا جواب بن سکتی ہے۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی بھی سنجیدہ انسان جو فقہاء احناف کی اس مشہور عبارت کے پس منظر سے واقف ہو بحالت سلامتی عقل و حواس اسے پڑھے اور فتاویٰ دیوبند کے مذکورہ حوالہ کے مطابق اس میں مذکورہ سوال نمبر ۲۱۶ کے جواب کے طو پر اس سے اخذ کئے گئے مفہوم و مطلب پر غور کریں تو سوال گندم جواب چنہ کے سوا کچھ اور محسوس نہیں کریگا کھوار زبان میں ایسے ہی بے عمل استدلال کو ڈوٹھکیری ثورہ لونی کہتے ہیں یعنی چکی مشرق میں ہے جبکہ گندم مغرب میں تو پانی کیو مگر ممکن ہو۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی یہی ایک غلطی نہیں ہے بلکہ موجودہ کرنسی نوٹوں کو مال سے نکال کر انہیں ان پر لکھی ہوئی رقم کی رسید قرار دینا جیسے صفحہ ۳۳۸ پر ہے، شادیوں میں بینڈ باجا کی اجازت دینے والوں کو کافر، مگر اوفاق سق کہنے کیساتھ اس عمل کو حرام قطعی قرار دینا جیسے صفحہ ۳۶ پر موجود ہے اور روزہ کی حالت میں ڈرپ و انجکشن لگا کر اس کے ذریعہ جسمانی توانائی حاصل کرنے والوں کا روزہ نہ ٹوٹے جیسے سینکڑوں



غیر حقیقی، اسلام اور فقہ حنفی کے متضاد و جہالت و تجربات سے بھری پڑی ہوئی ہیں۔

کیا کوئی سنجیدہ انسان فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی ان باتوں پر عمل کر کے موجودہ کرنسی نوٹوں کو شرعی مال و عمرتی ثمن سے خارج سمجھ کر ان میں خلاف شرع تصرفات کرنے کی جسارت کر سکتا ہے؟ یا روزہ کی حالت میں ایک ہزاری سی کا ڈرپ لگا کر جسمانی توانائی حاصل کر کے بھی روزہ کے نہ ٹوٹنے کا قول کر سکتا ہے؟ یا شاہدوں میں مروجہ بیڈ باجہ بچانے کو حرام قطعی کہہ کر اسکی اجازت دینے والوں کو کافر و گمراہ و فاسق قرار دینے کی ہمت کر سکتا ہے؟ یا فتاویٰ رشیدیہ پر عمل کر کے رحمۃ اللعلمین ہونے کو آنحضرت رحمت عالم ﷺ کی صفت خاصہ ہونے سے انکار کرنے کو گوارا کر سکتا ہے؟ یا داغ معروف یعنی کواں جیسے مردار و خور حرام جانور کو حلال کہہ کر اُسکے کھانے کو ثواب کہنے کی جرات کر سکتا ہے؟ ہلسم جسرا یعنی اس قسم قابل شرم غیر اسلامی باتوں کی طویل فہرست کو ان باعث فتنہ و فساد اور متنازع کتابوں کے صفحات میں دیکھتے جا حیرانگی کے دریا میں ڈوبتے جا۔

نماز باجماعت کے آداب و مستحبات کے سلسلہ میں حی علی الصلوٰۃ کے بعد صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کے شرعی حکم کے برعکس شروع سے ہی کھڑے ہونے کو ثواب تصور کر کے جملہ فقہاء اسلام و مطلق صالحین کی مخالفت کرنے والے کچھ اصحاب مخرب و مہر حضرات کو لاحق ہونے والا۔

### آخری اشتباہ اور اُسکا ازالہ :-

اس سلسلہ میں بعض حضرات کو درمختار اور طحاوی حاشیہ درالمختار کی عبارت

سے مغالطہ ہوا ہے درمختار کے حوالہ سے ان کا کہنا یہ ہے کہ فتاویٰ درمختار کتاب الصلوٰۃ میں آداب و مستحبات صلوٰۃ کا مستقل باب باندھ کر اُسکے تحت جن پانچ مسائل کو ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا مسئلہ بھی ہے ان کے متعلق درمختار نے لکھا ہے کہ ان پر عمل نہ کرنے سے اسامت لازم آتی ہے نہ شارع کی بطرف سے سرزنش۔

جب اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں اسامت و سرزنش لازم نہیں آتی تو حصول ثواب کی غرض سے اس پر زیادہ زور نہ دینا چاہیے بلکہ اسکے مقابلہ میں ان مسائل کا زیادہ خیال کرنا چاہیے جن پر عمل نہ کرنا اسامت و سرزنش کے موجب ہو جیسے صفوں کو برابر کرنے کا مسئلہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہ کرنے سے اسامت و سرزنش لازم آتی ہے اور لوگ اپنی کمزوریوں کی وجہ سے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے بعد صفوں کو برابر نہیں کر سکتے ہیں لہذا تسویۃ السفوف کی شرعی تاکید پر عمل کرنے کی خاطر اس استنباطی حکم کو چھوڑ کر شروع سے کھڑے ہونے کا جواز پیدا ہوتا ہے اور طحاوی حاشیہ درمختار کے حوالہ سے انہیں لاحق ہونے والے اشتباہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حاشیہ طحاوی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا یہ مسئلہ مذہب شافعی و حنبلی کے برعکس اقامت کے ختم ہونے تک بیٹھے رہنے سے احتراز ہے یعنی مذہب شافعی وغیرہ کی بطرف حی علی الفلاح کے بعد بھی بیٹھے نہ رہے جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔



جواب :- اس اشتباہ کے اول حصہ جو درالحقار کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے دین میں جتنے بھی احکام ہیں ان کیلئے جدا جدا اوقات بھی مقرر کئے جاسکے ہیں شریعت کی طرف سے مقرر کردہ اوقات کو تبدیل کرنے یا ایک کا وقت دوسرے کو دینے کا حق کسی اور کو نہیں پہنچتا اس سلسلہ میں گذشتہ صفحات میں موطا امام محمد، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتابوں کے حوالہ سے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مذہب حنفی کے مطابق مغلوں کو برابر کرنے کا وقت ہی علی الفلاح کے بعد شروع ہوتا ہے اور صرف ہندی کیلئے کھڑے ہونا بھی عبادت ہے جسکے لئے جملہ فقہاء احناف کے نزدیک ہی علی الصلوٰۃ کے بعد کا وقت مقرر ہے ایسے میں تسبیح الصوف کی سنت، موکدہ کا بہانہ کر کے اس کا وقت تبدیل کرنے کا حق ان حضرات کو کس نے دیا ہے؟ ظاہر ہے کہ پسند نفس کے سوا کوئی اور شرعی وجہ اسکی موجود نہیں ہے جو شریعت کی نگاہ میں قابل قبول ہو سکے لہذا یہ توجیہ و عمل نفسانی اشتباہ ہونے کی بناء پر بدعت فی المذہب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے نیز یہ کہ سنت موکدہ کی خاطر مستحب کو ترک کرنے کا فتویٰ دیں پر درست ہو سکتا ہے جہاں پر ان دونوں کی بجا آوری ممکن نہ ہو سکے یا مستحب پر عمل کرنا ترک سنت کو مستلزم ہوتا ہو جبکہ یہاں پر ایسا نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر ان کے اپنے اپنے مقررہ اوقات کے مطابق آسانی کیساتھ عمل کیا جاسکتا ہے نیز یہ کہ اس الٹی منطق کی اگر معجائش ہوتی تو سلف الصالحین میں سے کوئی تو اس پر عمل کر چکا ہوتا یا کسی کتاب میں اس کا وجود ہوتا یا کم از کم ائمہ احناف مختلفہ طور پر اپنی کتابوں میں شروع سے کھڑے ہوئے کو نماز باجماعت کے آداب کے منافی قرار نہ دیتے ہوتے۔

اشتباہ کے دوسرے حصہ جو طحاوی حاشیہ درالحقار کے حوالہ سے ہے کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا حاشیہ طحاوی علی الدرالحقار سے جملہ فقہاء احناف کے اس متفقہ فتویٰ کے خلاف استدلال کرنا ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی بے وقوف شخص ایک ہاکمال پہلوان کا مقابلہ کرنے کیلئے کسی نو مولود بچے سے مدد مانگے یہ اسلئے کہ سید احمد طحاوی نے حاشیہ درالحقار کے اندر دو مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے اولاً جلد اول صفحہ ۱۸۹ پر باب الاذان والاقامت کی بحث میں ثانیاً جلد اول صفحہ ۲۱۵ پر آداب الصلوٰۃ کی بحث میں ان دونوں مقامات پر کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے گیارہ سو صدیوں سے جملہ فقہاء احناف کے ماہرین اس متفقہ فتویٰ کی مخالفت کی ہو یا آگلی کمزوری و غلطی کی نشاندہی کی ہو یا اس کے برعکس نظریہ قائم کیا ہو۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

قارئین کی تسلی کیلئے ان دونوں مقامات کی عبارات یہاں پر درج کرتا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ہر صاحب علم کی نگاہ میں اصل صورتحال واضح ہو سکے۔ باب الاذان والی عبارت یہ ہے:

"لَمْ يُبَيِّنْ حُكْمَهُ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مَذْذُوبٌ وَلِيَهْ أَنْ قِيَامَهُ تَهْيِءٌ"  
لِلْعِبَادَةِ فَلَا مَنَاعَ مِنْهُ"

یعنی درالحقار نے اپنے اس فتویٰ کی اقامت ہوتے وقت کوئی نمازی مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ بھی بیٹھ جائے کا شرعی حکم بیان نہیں کیا کہ بیٹھنے کا کیا حکم ہے، آیا سنت ہے یا مستحب تو ظاہری حالات سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اس کے لئے استحباب کا حکم



ہے یعنی کھڑے ہو کر انتظار کرنا خلاف اولیٰ یا خلاف استحباب ہے اور اس پر کسی مخالف کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ بیٹھے بغیر کھڑے ہو کر انتظار کرنا چونکہ عبادت کیلئے تیاری کی غرض سے ہے لہذا اس سے کوئی مانع شرعی نہ ہونا چاہیے جبکہ فقہاء احناف کے نزدیک ایسا کرنا استحباب کے مزی و منوع ہے۔

آداب الصلوٰۃ والے مقام کی عبارت یہ ہے: "والمطاهر انہ احتراز عن الشاخیہ لا التقذیم حتی لو قام اول الاقامۃ لا باس ولیس حذر" یعنی تنویر الابصار کی عبارت "والقیام حین قبل حتی علی الفلاح" سے ظاہری مراد یہی معلوم ہو رہی ہے کہ شافعی وغیرہ مذاہب میں تکبیر کو آخر تک بیٹھ کر سننے کا جو حکم ہے یہ عبارت اُس سے احتراز ہے کہ تکبیر کے ختم ہونے تک بیٹھ نہ جائے بلکہ حتی علی الفلاح پر صف بندی کیلئے کھڑے ہوں۔ اس صورت میں اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے سے یہاں پر کوئی احتراز نہیں ہے لہذا اگر اقامت کے شروع سے ہی کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو اُس پر کوئی سختی نہیں ہے۔ اس نکتے کو نکھٹا جائے۔

اس عبارت میں محشی نے تین باتیں بتائی ہیں:

اول یہ کہ فقہ حنفی کی ظاہر الروایت کے مطابق حتی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو نماز باجماعت کے ادب میں جو ذکر کیا گیا ہے یہ اس مقام پر بھی دوسرے اختلافی مسائل کے حوالہ سے مذہب شافعی وغیرہ سے احتراز بتانے کی طرح حتی علی الفلاح کے بعد بھی بیٹھے رہنے سے احتراز ہے کیونکہ احتراز ہمیشہ اُس قول و عمل سے کیا جاتا ہے جو کسی اور کا مذہب و قول ہو۔ اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کو مستحب جاننے

یا اُسے مذہب بتانے کا قائل کوئی نہیں ہے لہذا اُس سے احتراز کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں بتا بخلاف اقامت کے اختتام تک بیٹھے رہنے کے استحباب کا جو امام شافعی سے لیکر دوسرے امامان مذاہب تک سب کا قول و مذہب ہونے کی وجہ سے ضرورت تھی کہ اُس سے احتراز بتایا جاتا جو فقہ حنفی کی اس مشہور عبارت میں بتایا گیا ہے۔

دوم یہ کہ احتراز عن التاخیل لا التقذیم کے نتیجہ میں اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کا حکم جو مسکوت عندہ کے درجہ میں رہ گیا ہے کہ اُس کا جواز و عدم جواز اور حرمت و کراہت وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ "حتی لو قام اول الاقامۃ لا باس" کے جملے میں اُسکی وضاحت کردی کہ وہ خلاف اولیٰ، ترک مستحب یا نماز باجماعت کے آداب کے خلاف ہونے کے علاوہ کوئی اور ایسا گناہ نہیں ہے جس پر سختی کیجا سکے یعنی ایسے کرنے والے حرام، مکروہ تحریم یا اسات کے مرتکب نہیں ہیں جن پر باس ہو یعنی سختی کیجاتھ منع کرنے کا حکم ہو بلکہ آداب صلوٰۃ کے مستحب عمل کے ثواب سے اپنے آپکو محروم کرنے کے سوا کوئی اور سخت حکم ان پر لاگو نہیں ہے۔

سوم یہ کہ ولیس حذر کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ فقہ حنفی کا یہ مشہور مسئلہ شروع سے اب تک (جو امام ابو حنیفہ سے لیکر محشی طحطاوی تک) اکثر کتابوں میں موجود ہونے کے باوجود کسی اور شارح و محشی نے قید احترازی کے اس نکتہ کی طرف توجہ نہیں کی ہے لہذا چاہیے کہ طالبان علم و فقہ اسے تحریر کر کے زاویہ ذہن میں محفوظ رکھیں۔

باب الاذان والی عبارت کا بھی یہی حال ہے کہ محشی طحطاوی نے اُس مقام



پر بھی مذہب خفی کے عین مطابق سب سے پہلے قیام عندی علی الفلاح کی شرعی حیثیت بتا دی کہ یہ نماز باجماعت کے آداب میں سے ہونے کی بنیاد پر مستحب و مندوب ہے۔ اس کے بعد ”وفیه ان قیامہ تھی للعبادۃ فلا مانع منه“ کہہ کر تحقیق مقام کی غرض سے فقہاء احناف کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اگر کوئی جدید مذہب والا بدعتی شخص اپنی خواہش نفس کو شریعت قرار دینے ہوئے یہ اعتراض کرے کہ اقامت کے شروع سے ہی صف بندی کیلئے کھڑا ہونا عبادت کی تیاری ہے جو کارِ ثواب ہے۔ ایسے میں فقہاء احناف و شوافع وغیرہ مجتہدین کا اسے خلافِ ثواب و خلافِ ادب قرار دینے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب تلاش کرنا بھی فقہاء احناف و شوافع پر لازم ہے۔ میری فہم کے مطابق اس کا جواب یہ ہے کہ مذہب اربعہ کے مخالف کی طرف سے یہ کہنا کہ اقامت کے شروع سے ہی صف بندی کیلئے قیام کرنا عبادت کی تیاری اور کارِ ثواب ہے محض مغالطہ یا خلافِ حقیقت اشتباہ ہے کیونکہ عبادت وہ ہوتی ہے جو منشاء شارع کے مطابق ہو۔ صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کیلئے مقررہ وقت سے پہلے قیام کرنا فرمانِ شارع ”لا تقوموا حتی ترونی“ الحدیث کی کھلی خلاف ورزی ہونے کی بناء پر عبادت ہرگز نہیں کہلائے گا بلکہ عبادت کے ام پر و سوسہ ہے، نماز باجماعت کے آداب کے منافی بدعتی ہے، جملہ اسلاف کے خلاف نفسانی قیاس آرائی اور مرفوع حدیث ”من احدث لئی امرنا هذا مالیس منه فہو رد“ کا مظہر و مضد اق اور بدعت مردود ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

### جملہ اسلاف کے خلاف کج فہمی کی بدترین مثال

بیشک پر ہمیں البوادر والنوادیر کے مصنف (اشرف علی تھانوی) جیسی متاثرہ شخصیت کی کج فہمی پر افسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے حاشیہ طحاوی علی الدر المنثور میں ”لو قام اول الاقامۃ لا باس“ کی بے غبار عبارت سے جملہ اسلاف کے برعکس خلافِ حقیقت مطلب لیکر نا پختہ امانت مسجد کو اور شیعہ خواندہ علماء کو بدعت فی الذہب کی راہ پر ڈال دیا۔ مذہب خفی میں اشتباہ پیدا کر کے القیاس الحق یا باطل کر دیا۔ حقیقت کے نام پر مذہب خفی کو پامال کیا اور بے گناہ محشی (سید احمد طحاوی الحنفی) جیسے بے دارغ خفی عالم کو امام ابو حنیفہ کے مد مقابل بنا کر مفت میں بدنام کر دیا ”ہالی اللہ العیشکی“۔

اتنا بھی نہیں سوچا کہ مصنف نے ”لا باس“ کہہ کر بات صاف کر دی کیونکہ کلمہ لا باس فقہاء کرام کے نزدیک وہیں پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں پر اسکے مد مقابل مستحب و مندوب ہو اسلئے کہ باس کے معنی شدت و سختی کرنے کے ہیں جیسے حرام و مکروہ تحریم یا اسارت کے ارتکاب کرنے والوں کو منع کرنے کیلئے شرعی احکام کے مطابق سختی کرنے کا جواز ہے بخلاف مندوب و مستحبات کے ترک کرنے والوں کے کہ ان پر شدت و سختی کرنے کا جواز نہیں ہے بلکہ انہیں مستحب پر عمل کر کے ثواب پانے کی ترغیب دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ محشی طحاوی نے بھی یہاں پر جملہ فقہاء کرام کے عین مطابق قیام عند حی علی الفلاح کے استنباطی حکم کی خلاف ورزی کر کے اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے والوں کو ترکِ مستحب اور نماز باجماعت کے آداب کے منافی عمل کا مرتکب قرار دیکر لا باس کہا ہے یعنی شروع سے کھڑے ہونے والے



اگرچہ ترک مستحب کر رہے ہیں، نماز، اجتماع کے آداب کے خلاف ورزی کر رہے ہیں اور مندوب کے ثواب سے اپنے آپکو محروم کر رہے ہیں، بایں ہمہ وہ فعل حرام یا مکروہ تحریم کا ارتکاب نہیں کر رہے تاکہ ان پر شدت و سختی کر کے منع کیا جائے بلکہ خلاف ثواب کرنے کی وجہ سے لباس ہے کہ شدت و سختی کی بجائے نرمی کے ساتھ انہیں سمجھانا چاہیے کہ مستحب کے ثواب سے خود کو محروم نہ کریں۔

فقہاء کرام کی اصطلاح میں کلمہ لا لباس کے مذکورہ محل کے حوالہ کیلئے فتاویٰ شامی کو دیکھا جائے جس میں لکھا ہوا ہے (لَا نَ لَفْظَ لَا بِلَاسٍ دَلِيلُ عِلْسِي ان الْمُسْتَحَبَّ غَيْرُهُ لِأَنَّ الْبِلَاسَ الشَّدَّةُ“ جلد اول صفحہ 486

لیکن ہمیں افسوس ہو رہا ہے کہ بزرگان دین کے کلام سے غیر حقیقی معانی و مطالب اخذ کر کے التباس الحق باباطل کیا جا رہا ہے اس کے علاوہ معنی طحاوی علی الدر المختار کے اس بے غبار مقدمہ و مراد پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی دوسری تصنیف (حاشیہ الطحاوی علی مرقا الفلاح شرح نور الایضاح) کے اندر اس مسئلہ کی وہی تشریح کی ہے جو جمہور احمدیہ اختلاف سے ثابت ہے۔

حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو حاشیہ طحاوی علی مرقا الفلاح شرح نور الایضاح صفحہ ۱۵۱ بحث اَدَابُ الصَّلَاةِ ”مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں لکھا ہے: (وَإِذَا اخْلَدَ الْمُؤَدِّنُ فِي الْأَقَامَةِ وَدَخَلَ رَجُلُ الْمَسْجِدِ فَإِنَّهُ يَقْعُدُ وَلَا يَنْتَظِرُ قَائِمًا فَإِنَّهُ مَكْرُوهٌ كَمَا فِي الْمَضْمَنَاتِ قَهْشَتَانِي وَيُفْهَمُ مِنْهُ كَرَاهَةُ الْقِيَامِ ابْتِدَاءَ الْأَقَامَةِ وَالنَّاسُ عَنْهُ غَائِلُونَ)

خلاصہ مطلب یہ کہ اقامت کی ابتداء سے ہی صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کی کراہت کا مسئلہ جملہ احناف کے نزدیک منفقہ ہونے کے باوجود حنفی کہلانے والے اس سے غافل ہیں جنہیں سمجھانے کی ضرورت ہے۔

### ایک اور شرمناک توجیہ کاردا

سید احمد طحاوی الطحی کو اس مسئلہ کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ کے مد مقابل لانے اور اس کے کلام کو جملہ فقہاء احناف کے خلاف من گھڑت محمل پر محمول کرنے کی کج روی کی طرح ہی ایک اور شرمناک توجیہ اس قسم کے حضرات یہاں پر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سید احمد طحاوی کی ان دونوں کتابوں میں اس مسئلہ کے حوالہ سے تضاد ہے اور حاشیہ الدر المختار چونکہ حاشیہ مرقا الفلاح کے بعد کی تصنیف ہے لہذا اس میں جو لکھا ہوا ہے وہی اس کے بعد التجربہ آخری عمر کی عمیق تحقیق کا نتیجہ و پسند اور درست ہے لہذا اس کے مقابلہ میں طحاوی علی مرقا الفلاح پر عمل نہیں کیا جاسکتا، لا حول ولا قوۃ الا باللہ ثم لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ

”ان یفولون الا کذباً“ یعنی نرا جھوٹ بول رہے ہیں۔ مصنف پر بہتان باندھ رہے ہیں اور حق کی طرف رجوع کرنے سے بے توفیق ہو کر خلاف حقیقت اکل بچوں اڈا رہے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ کے مقابلہ میں البسواد والنواد کے ہندی مصنف کی اس کج فہمی پر ایمان لا رہے ہیں ورنہ درحقیقت مصنف مرحوم نے بقلم خود حاشیہ طحاوی علی الدر المختار کے خطبہ میں لکھا ہے کہ یہ اسکی ابتدائی غرادر زمانہ طالب علمی میں لکھی ہوئی تحریرات کا مجموعہ ہے خاص کر اس وقت سے جب ان ایام کے



ماحول کے مطابق تحقیق بعد تحقیق کی فرض سے درالختار کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا تھا۔  
حوالہ کیلئے ان کے اپنے الفاظ پر غور کیا جائے: حاشیہ طحاوی علی الدرالختار جلد اول صفحہ  
اول مطبوعہ بیروت میں فرماتے ہیں:

”وكتب إلى قريب بن باب المسح على الخفين وأهملتها  
فلما أَرَادَ الله تعالى بقرائه هذا الكتاب ثانياً شرعتُ مُعْتَمِداً عَلَى  
الله تعالى في إتمامها وتسهيل مَوَاقِفِهَا“ یعنی حاشیہ طحاوی علی الدرالختار کو  
باب المسح علی الخفین تک میں نے پہلے لکھ کر چھوڑ دیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے درالختار کو  
دوبارہ پڑھنے کی توفیق سے مجھے نوازا تب میں نے اسے پورہ کرنے اور اس کے مقاصد  
کو آسان کرنے میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے دوبارہ لکھنا شروع کیا۔

**نوٹ:-** موجودہ مدارس اسلامیہ کی گودامی تعلیم کے مروج ہونے سے قبل  
تعلیم کی پہنچ اور اس کے طریقہ کار کا یہ عالم ہوا کرتا تھا کہ ہر فن کی کسی ایک بنیادی کتاب کو  
متعدد بار پڑھا جاتا تھا اور ہر بار پڑھنے میں جدید سے جدید نکات و معلومات کا  
استفادہ کیا جاتا تھا جس کے نتیجہ میں اس فن کی دیگر کتابوں کے مندرجات کو آسانی کیساتھ  
سمجھنے کی توفیق میسر ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں جیسے سید احمد طحاوی نے حاشیہ الطحاوی علی  
الدرالختار کے خطبہ میں درالختار کو دوبارہ پڑھنے کا انکشاف کیا ہے اسی طرح الشیخ محمد امین  
ابن عابدین نور اللہ مرقدہ الشریف نے بھی فتاویٰ شامیہ کے مقدمہ میں انکشاف کیا ہے  
کہ انہوں نے بھی درالختار کو دوبارہ پڑھا تھا۔

میرا اپنا ذاتی تجربہ بھی یہ ہے کہ کسی فن کی درجنوں کتابوں کو سرسری نظر سے

پڑھنے کی سعی مشق کرنے کی بجائے ایک کا حق ادا کر کے پڑھنا زیادہ مفید مقصد ہوتا  
ہے۔ اس کے ساتھ ماحول کے علمی ہونے اور استاذ کی صحبت کا فیض رساں ہوتے ہوئے  
بھی سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ پڑھانے والے استاذ کتاب کی  
تابع داری کرنے کی بجائے فن کی تابع داری کریں یعنی متعلقہ فن پر اتنا عبور و مہارت  
حاصل ہو کہ پڑھائی جانی والی کتاب کو اس کا تابع و حصہ اور اس کے اصول و ضوابط کے  
ما تحت سمجھ کر پڑھائے۔ اب بھی اگر خوش قسمتی سے مثلاً شیخان علم کو یہ گوہر نایاب میسر  
آ جائے تو سید احمد طحاوی، محمد امین ابن عابدین، ابن نجیب اور غزالی و رازنی جیسے عبقری  
العصر پیدا ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے دینی مدارس کے موجودہ مایوس کن حالات میں  
اس طرح کا ماحول پیدا ہونے کی امید دور دور تک کہیں نظر نہیں آ رہی جس کے نتیجہ میں  
اسلاف کی صحیح عبارات کا غلط محمل بیان کرنے، ان کی عملی مخالفت کرنے اور بد فہمی و کج  
روی کی چال چلنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ تو ان مدارس کے شروعات اور ان سے  
فارغ تحصیل ہونے والے سربراہ و ردہ سپوتوں کا حال ہے کہ لکھ ”لا ہاس“ کے صحیح محمل  
کو سمجھنے سے بھی قاصر رہے، تحقیق مقام کی غرض سے اسلاف کی کتابوں میں لائی گئی  
عبارت کی تیز بیان مقصد کیلئے لائی گئی عبارت سے کرنے کی توفیق سے عاجز رہے اور  
زمانہ طالب علمی کی ناپختہ کاری کے ایام کی لکھی ہوئی تحریروں کی تیز، پختہ کاری کے ایام  
کے تحریروں سے کرنے کی توفیق سے محروم ہو کر محض اٹکل بچوں اڑا کر اول کو آخر  
اور آخر کو اول قرار دیکر تاریخی غلطی کا ارتکاب کیا تو اس کے بعد والی پیداوار و اصاغر کا کیا  
ہی کہنا۔ اسلئے میں کہا کرتا ہوں کہ موجودہ مدارس اسلامیہ میں گودامی تعلیم کا مروج



ہونے اور اسکی پیداواری بہتات کی ریل پیل ہونے سے پہلے علماء دین بہت کم تھے جبکہ علم دین بہت زیادہ تھا لیکن اب ان مدارس کی کثرت کے نتیجے میں علماء دین بہت ہو رہے ہیں جبکہ علم دین روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ موجودہ مدارس اسلامیہ کے جملہ علماء کرام کا مبلغ علم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ ایک فضل حق خیر آبادی یا ایک احمد رضا خان بریلوی، ایک ابن عابدین شامی کو نہیں پہنچ سکتا ہے جس پر دلیل کیلئے بھی ایک ایسے کافی ہے کہ اسلاف کی عبادات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے، کج فہمی کی وجہ سے ان بے گناہوں کو جملہ اسلاف سے منحرف مشہور کر کے انکی کردار کشی کجیا رہی ہے اور لکھ "لاباس" کے حوالہ اور مشہور بین القضاہ معنی (شدت و سختی) کا ترجمہ "باک نہیں ہے" کے غیر حقیقی معنی میں لیکر خلاف مذہب عمل کو مروج کرنے کی راہ ہموار کیا رہی ہے۔ اس المیہ پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بحث کو سیٹھ سے پہلے اسکی اصل بنیاد یعنی "لا تقوموا حین ترونی" الحدیث کا پس منظر واضح کروں۔

صاف بات ہے کہ سلف صالحین اور شارحین حدیث مثل حافظ ابن حجر، محمود عینی، کرمانی، نووی، امام شرقاوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امام زرقانی جیسے علماء اسلام سے زیادہ اس قسم مضطرب البطن حدیث کے مواقع استعمال کو ہم جیسے کم مایہ لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ اس قسم مسائل میں اسلاف کے پابند ہونے کی بنا پر ان کی ترجیح سے ٹکنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں متعدد صحابہ کرام سے مروی ان متضاد روایات کی جو ترجمانی تشریح و تعبیر ان حضرات کی کتابوں میں موجود ہے اس کا لب لباب

و خلاصہ مندرجہ ذیل احکام کی شکل میں ملتا ہے۔

۱۔ کہ مؤذن و اقامت کرنے والا چاہے خود امام ہو یا کوئی دوسرا اسکی شرعی ذمہ داری ہے کہ اذان کیلئے مستحب اوقات کی پابندی کرنے کی طرح اقامت کیلئے بھی مقتضائے حال کے مطابق اوقات کی پابندی کر کے مناسب وقت پر اقامت کریں۔ اسکی سوا کسی اور کو اس میں دخل اندازی کرنے کا حق نہیں ہے۔

۲۔ اقامت کے وقت امام کی اندرون مسجد موجودگی اگرچہ بہتر ہے تاہم اگر وہ اندرون مسجد سے خارج نزدیک میں بھی کہیں موجود ہو اور مؤذن نے اسکی آمد کے علم کی بنیاد پر اسکی عدم موجودگی میں اقامت کی تب بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں دوران اقامت آمد امام خالی نہیں ہے۔ یا تو قبلہ کی جانب سے مصلی کی طرف آئیگا یا پچھلی صفوں کی طرف سے آئیگا۔ پہلی صورت میں اسے آتے ہوئے دیکھتے ہی جملہ صفوف قیام الی تسبیۃ الصفوف کے پابند ہیں اور دوسری صورت میں جس جس صف سے گذرتا ہوا آگے بڑھتا جائیگا اسی وقت اس صف پر قیام لازم ہوگا مثلاً کل آٹھ صفیں ہیں امام اقامت کے الفاظ سکر پیچھے سے آکر آخری صف جو اسکی آمد کے لحاظ سے پہلی صف کہلاتی ہے سے گذر گیا تو اسی پر تسبیۃ الصفوف کیلئے کھڑا ہونا بھی لازم ہوگا سا تو میں پر نہیں۔ اسی طرح جب ساتویں پر سے گذر کر بیگا اس وقت اس پر بھی قیام لازم ہوگا چھٹی پر نہیں۔ جب چھٹی صف پر سے گزرے گا اس وقت اس پر بھی قیام لازم ہوگا

علیٰ ہذا القیاس

ان سب صورتوں میں فرمان نبوی ﷺ



"لا تقوموا حتی ترونی" پر پورا پورا عمل ہو رہا ہے جس میں مجتہدین ائمہ کے مابین قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۔ یہ کہ امام و مقتدی دونوں پہلے سے موجود ہیں اور امام خود اقامت کریں اس صورت میں بھی جملہ مجتہدین و ائمہ دین متفق ہیں کہ کسی صف کیلئے بھی اقامت کے ختم ہونے سے قبل کھڑا ہونا جائز نہیں ہے بلکہ پوری اقامت کو بیٹھ کر سُنیں اور جب اقامت ختم ہو چکی تب سب کے سب تسبیح الصلوات کیلئے کھڑے ہوں۔

۴۔ یہ کہ امام و مقتدی پہلے سے موجود ہیں اور اقامت کرنے والا امام کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے اس میں ائمہ دین و مجتہدین کرام کے درمیان اختلاف ہے کہ فرمان نبوی ﷺ "اِذَا قِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي" پر عمل اس صورت میں کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضور اقدس ﷺ کے مبارک وقت میں اس مسئلہ کے حوالہ سے ترونی کا تحقیق کب ہوا کرتا تھا؟ آپ ﷺ حجرہ اقدس سے کب نکلتے تھے؟ مصلیٰ معلیٰ پر کس وقت تشریف فرما ہوتے تھے؟ اس سلسلہ میں کسی بھی خاص صورت پر کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے جو "لا تقوموا حتی ترونی" کے اوقات کو معین و مشخص کرے۔ بس اسی نے یقینی کیوجہ سے یہ حدیث محل اجتہاد ہو کر ائمہ دین و مجتہدین کرام کیلئے میدان قیاس بظہری جسکے نتیجہ میں صحابہ کرام سے لیکر تابعین و تبع تابعین تک کچھ اصحاب اجتہاد نے اپنی اپنی رسائی فہم کے مطابق نظریہ قائم کئے جو انکا شرعی حق تھا۔ ان میں سے ایک مذہب جمہور محدثین و مجتہدین کا ہے جسکے مطابق اقامت کے ختم ہونے کے بعد تسبیح الصلوات کیلئے کھڑے ہونا مستحب ہے یعنی اقامت کے ختم ہونے

سے پہلے کھڑے ہونے کو وہ نماز باجماعت کے آداب و استحباب کے منافی قرار دیتے ہیں۔ جمہور کے مقابلہ میں حضرت امام الامامہ والجمہدین ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ وہ اس صورت میں حسی علی الصلاح پر کھڑے ہونے کو نماز باجماعت کے آداب و مستحبات کے زمرہ میں ہونے کا قول کرتے ہیں جسکے اتباع میں جملہ علماء احناف نے اسی کو اپنے لئے مستحب مذہب قرار دیا ہے جبکہ حضرت امام مالک نے اس سلسلہ میں ایک ایسا قول کیا ہے جو من وجہ جمہور کے موافق ہے اور من وجہ سب سے مختلف ہے کیونکہ موطا امام مالک کے اندر موجود اُنکے فتویٰ کے یہ الفاظ "واما قیام الناس حين يُقام الصلوة فاني لم اسمع في ذلك بعد يُقام له الا اني ارى ذلك على قدر طاقة الناس فان منهم الثقيل والخفيف ولا يستطيعون ان يكونوا كرجل واحد" بتا رہے ہیں کہ جو نمازی اقامت کے ختم ہو جانے کے بعد کھڑے ہو کر صفوف کو برابر کر کے عجیب تحریر کو پکڑ سکتے ہیں اُنکے حق میں اتنا انتظام پیش کر اقامت کو سننا بہتر ہے یا وقار اور نماز باجماعت کے آداب کا تقاضا ہے لیکن جو حضرات اپنے ضعف جسمانی کی بنا پر ایسا نہ کر سکتے ہوں وہ شروع سے ہی کھڑے ہو سکتے ہیں لہذا اس مسئلہ کا دار و مدار ان کے نزدیک نمازیوں کی جسمانی استطاعت پر ہے۔

۵۔ یہ کہ اقامت شروع ہونے کے فوراً بعد کوئی شخص نماز باجماعت میں شامل ہونے کیلئے مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ اس کے متعلق دوسرے مذاہب میں مکمل خاموشی ہے۔ اُنکے مذاہب مدونہ میں اُنکے متعلق قطعاً کوئی جواب



نہیں ملتا جب کہ فقہ حنفی میں اس کا بھی جواب موجود ہے کہ اس کیلئے بھی جی علی الفلاح تک بیٹھنے کا حکم ہے ورنہ اگر کھڑے کھڑے انتظار کرتا رہا تو نماز باجماعت کے آداب و مستحب کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا جو مکروہ ہے۔ جی علی الفلاح تک بیٹھنے کے مذہبی حکم کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ثواب سے محروم ہوگا اور کراہت میں مبتلا ہوگا۔

### نتیجۃ الکلام بعد التحقیق

۱:- مذاہب مدونہ و معمولہ کی کتب فتاویٰ اور شروح حدیث کی سیکڑوں مجلدات سے ثابت ہوئی والے ان معومات کی روشنی میں کسی حنفی المذہب یا شافعی المذہب جیسے مقلد کو چاہے امام مسجد ہو یا مفتدی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے مذہب و امام کی مخالفت کرے یعنی کسی شافعی المذہب کیلئے یہ روا نہیں کہ مذکورہ تصریحات میں سے چوتھی صورت کے اندر اقامت کے ختم ہونے سے پہلے قیام کرے۔ اسی طرح کسی بھی حنفی المذہب کو اسکا مذہب یہ اجازت نہیں دیتا کہ اس صورت کے اندر حسی علی المصلوٰۃ سے پہلے کسی بات کا بہانہ بنا کر کھڑا ہو۔

۲:- اپنے اپنے مذاہب کے مطابق مفتدیوں کو تعلیم دینا، انہیں تبلیغ کر کے مذہبی تعلیمات کے مطابق نماز کے ایک ایک مسئلہ سے متعلق تربیت دیکر تیار کرنا جملہ امامان مساجد کی شرعی ذمہ داری ہے ورنہ عند اللہ وہ ماخوذ ہو گئے۔

۳:- اگر کوئی شخص فی الواقع جسمانی کمزوری کی وجہ سے اپنے مذہبی پیشوا کے مطابق عمل کرنے کی صورت میں تکبیر اولیٰ سے رہ جانے کا خوف کرتا ہو یا سہارا کے بغیر کھڑا نہ ہو سکتا ہو الغرض کسی واقعی عذر میں مبتلا ہو تو اس کے لئے ہر طرح کی آزادی ہے وہ

بے شک شروع سے ہی قیام کریں اس پر کوئی حرج نہیں ہوگا لیکن بغیر عذر کے ایسا کرنے والے خلاف مذہب عمل کے مرتکب ہو رہے ہیں، نماز باجماعت کے آداب کے منافی حرکت کر رہے ہیں اور نماز باجماعت سے متعلقہ ایک مستحب حکم کی خلاف ورزی کر کے اس کے ثواب سے خود کو محروم کر رہے ہیں۔ سب سے بڑی قباحت یہ کہ تقلید مذہبی کی مخالفت کرنے کے جرم میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

۴:- اگر کوئی شخص حنفی و شافعی وغیرہ مذاہب مدونہ کی تقلید سے آزاد ہو کر یعنی مسلم من حیث انہ مسلم کے طور پر چاہے جب بھی قیام کرے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے اس کے ساتھ تعرض کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے اور مسلمان ہونے کے باطن سے بھی اپنے نظریہ کے حوالہ سے اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا کہ ایک مقلد شافعی و حنفی کو حاصل ہے یہی حال کسی نو مسلم کا بھی ہے۔

۵:- حنفی المذہب کہلانے والے وہ حضرات جو اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہوئے کو ثواب جان کرایا کرتے ہیں وہ سب کے سب انجانے میں بدعت فی المذہب کے گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں کیونکہ خلاف اجماع کر رہے ہیں کہ اس طرح کے ثواب کا قائل اہل سنت و الجماعت کے مذاہب اربعہ میں کوئی ایک امام بھی نہیں ہے۔ حضرت امام مالک نے اس مسئلہ کو نمازیوں کی جسمانی استطاعت پر جو موقوف لکھا ہے وہ بھی نفس جواز کے درجہ میں ہے ثواب جان کر نہیں لہذا کہ حنفی المذہب یا شافعی المذہب وغیرہ مقلد کا اپنے مذہب کی مخالفت کرتے ہوئے ایسا کرنا اگر ثواب جاننے کی بنا پر ہے تو خالص بدعت و منوع فی المذہب ہے اور اگر بغیر ثواب جاننے یوں ہی



رواج پرستی کی بناء پر ہے تو بدعت اگرچہ اسے نہیں کہا جاسکتا تاہم جہل محض اور مخالفت مذہبی ہونے سے خالی نہیں ہے جسکے خلاف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تبلیغ کرنا اصحاب خراب و مہر حضرات پر لازم ہے۔

۱۰۔ مذہب حنفی کے مطابق حص علی الغلایح پر اور مذہب جمہور کے مطابق اختتام تکبیر پر صف بندی کیلئے کھڑے ہو جانے کے بعد تسبیح الصوف کا جو شرعی وقت شروع ہوتا ہے اس میں اگرچہ کم سے کم وقت لگانا اور جلد سے جلد صفوں کو برابر کر کے نماز شروع کرنا بہتر ہے تاہم لوگوں کی بے تربیتی کی وجہ سے اگر جلدی میں تسبیح الصوف نہ ہو سکے تو جب تک صفوں کی برابری پر امام کو یقین حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک نماز شروع نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا خلاف سنت ہے لہذا نماز باجماعت مسنون و مستحب طریقہ سے پڑھنے کیلئے ان دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے کہ مستحب پر اسکے اپنے وقت میں عمل کیا جائے اور سنت پر اسکے اپنے وقت میں۔

اسی نکتہ کی بنیاد پر حضرات خلفاء راشدین وائمہ اطہار اہل بیت نبوت اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا معمول تھا کہ انکی اقتداء میں نماز پڑھنے والے خوش نصیبوں کا دور دور تک پہنچی ہوئی جم غفیر صفوں کی برابری کی انہیں جب تک خبر نہ دیجاتی اس وقت تک وہ نماز شروع نہ کراتے۔ یہی طریقہ سیرۃ النبی ﷺ کے حوالہ سے بھی حدیث کی کتابوں میں ثابت ہے۔

۱۱۔ اپنے معاصر اہماء جنس کے نفسیات کا تجربہ اور تقلید مذہبی کے تقاضوں سے اُن کی بے خبری کا احساس رکھنے کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کچھ حضرات

میری اس تحریر کو دیکھ کر کہیں گے کہ ایک مستحب بات پر اتنا زور دینے کی کیا ضرورت تھی جبکہ دنیا مذہب سے ہی بھاگ رہی ہے، نماز سے بے اعتنائی کر رہی ہے اور فرائض سے منحرف ہو رہی ہے۔ انکی خدمت میں ہماری گزارش یہ ہے کہ ہم اپنی اس کاوش کے ذریعہ اسلامی احکام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور تبلیغ اسلام کوئی لمبیٹ چیز نہیں ہے کہ چند نمبروں میں محدود و منحصر ہو بلکہ اسکے مختلف مدارج و مواقع ہیں اور ہر مقام کے جدا جدا مقتضاء حال و دواعی ہیں جنہیں بروئے عمل لانا ہر اسلامی مبلغ کے فرائض میں شامل ہے۔ مذہب سے بھاگنے اور نماز سے منحرف ہونے والوں کو تبلیغ کر کے مطمئن کرنا، بے نمازوں کو مسجدوں میں لانا اور شعائر اللہ کے باغیوں کو صراط مستقیم کی طرف بلانے کی فریضیت و اہمیت اپنی جگہ ضروری ہے۔ سیاسی بے لگاموں کو مذہب کا لگام دینا، انسانیت کے معاشی قاتلوں کو خوف خدا دلانا، سماج دشمنوں کو یاد فر دانا، اور غطاء مولیٰ کے برعکس زندگی گزارنے والے جملہ کج کلاہان عالم کو بھولا ہوا سبق یاد کرانے سمیت اپنے آپکو حنفی مذہب کے پیروکار و مقلد کہلاتے ہوئے اسکی عملی مخالفت کرنے والے کج روؤں کو تبلیغ کر کے سمجھانے تک یہ جملہ امور ایک سچے مبلغ کے فرائض میں شامل ہیں۔

ان سب شعبوں میں ہم اپنی استطاعت کے مطابق اسلامی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں نیز یہ کہ ہم ان خشک مزاج تنگ نظر زاہدوں کی بھی ہمکاری نہیں کر رہے ہیں جو منصب تبلیغ کے ان جدا جدا تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں ہم نے اپنی اس کاوش علمی میں صرف اور صرف اُن حنفی المذہب کہلانے والے امامان مساجد و اہل فہم نمازیوں کو مخاطب کیا ہے جو امام ابوحنیفہ کے پیروکاری کے دعویدار ہوتے ہوئے



عمل اسکے خلاف کر رہے ہیں۔ خود کو اہل سنت کہتے ہیں جبکہ اس مسئلہ کے حوالہ سے چاروں مذاہب اہل سنت کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اقامت کے شروع سے کھڑے ہونے کو کارِ ثواب جان کر خلافِ ثواب کر رہے ہیں۔ مقلد کہلاتے ہوئے تقاضا تقلید کو پامال کر رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مذہبی حقائق سے غفلت برت کر بے حقیقت شبہات کو مذہب سمجھ رہے ہیں۔ اسلئے ہم بھی اسلامی تبلیغ کیلئے ہانی اسلام رحمت عالم ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ معیار ”مَنْ دَاخَا مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ“ بیدہ فان لم يستطع فليُسايه فان لم يستطع فليقلبه“ الحدیث کے مطابق اپنا تبلیغی فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

اسکے برعکس اگر ہمارا مخاطب کوئی غیر اہل تقلید یا غیر حنفی المذہب ہوتا یا کوئی مذہب بیزار، بے نماز اور غیر مذہبی شخص ہوتا تو اسے اس قسم فروغی مسائل کی تبلیغ کرنے کی بجائے محض اسلام کی تبلیغ کرتے، نماز اور صرف نماز کی اہمیت اسے بتا کر مسجد میں لاتے۔ اور اگر ہماری تبلیغ کسی ایسے ناواں، ضدی، جاہل مرکب کو ہوتی جسکے متعلق ہمارا گمان یہ ہو کہ اسے اس طرح کی تبلیغ کرنے کے نتیجہ میں وہ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیگا یا مسجد آنا ہی چھوڑ دیگا تب بھی ہم کبھی اس کی تبلیغ نہ کرتے لیکن ہماری اس تحریری تبلیغ کا مخاطب اہل فہم حنفی المذہب کہلانے والے نمازی و امانان مساجد ہیں جسکے حنفی المذہب ہونے کا منطقی نتیجہ و تقاضا یہی ہے کہ ان کی نماز باجماعت خلاف مذہب امام نہ ہو، خلاف ثواب نہ ہو، خلاف جمہور المسلمین نہ ہو اور خلاف آداب جماعت یا مکروہ نہ ہو۔ لیکن بے خبری و غفلت کی بناء پر وہ یہ سب کچھ انجامنے میں کر رہے ہیں۔ ایسے میں

ہر واقف حال صاحب علم مسلمان کی مذہبی ذمہ داری بنتی ہے کہ انہیں تبلیغ کر کے جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی میں لانے کی حتی المقدور کوشش کرے۔ ہم نے بھی اس تحریری تبلیغ میں یہی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَشْهَدُ اَنِّيْ بَلَّغْتُ مَا عَلِمْتُ وَ اَقْبَلْتُ مَا اسْتَطَعْتُ وَ اَنَا الْعَبْدُ

الضَّعِيفُ

پیپر محمد جشتی

مدیر دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ بیرون بنگہ قوت بشاور شہر

۲۰۰۳ء ۵۔۲۰



## دروود پاک کے فضائل

- (۱) ایک بار درود پاک پڑھنے سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔  
دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔
- (۲) درود پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔
- (۳) درود پاک پڑھنے والے کا کلمہ حاجت کے دروازے پر حضور ﷺ کے کندھے مبارک کے ساتھ چھو جائے گا۔
- (۴) درود پاک پڑھنے والا قیامت کے دن سب سے پہلے آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس پہنچ جائے گا۔
- (۵) درود پاک پڑھنے والے کے سارے کاموں کے لئے قیامت کے دن حضور ﷺ متولی (فمردار) ہو جائیں گے۔
- (۶) درود پاک پڑھنے سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔
- (۷) درود پاک پڑھنے والے کو جانگلی میں آسانی ہوتی ہے۔
- (۸) جس مجلس میں درود پاک پڑھا جائے اس مجلس کو فرشتے رحمت سے گھیر لیتے ہیں۔
- (۹) درود پاک پڑھنے سے سید الانبیاء حبیب خدا ﷺ کی محبت بڑھتی ہے۔
- (۱۰) رسول اللہ ﷺ خود درود پاک پڑھنے والے سے محبت فرماتے ہیں۔
- (۱۱) قیامت کے دن سید دو عالم نور چشم ﷺ درود پاک پڑھنے والے سے مصافحہ کریں گے۔
- (۱۲) فرشتے درود پاک پڑھنے والے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔
- (۱۳) فرشتے درود پاک پڑھنے والے کے درود شریف کو سونے کی قلموں سے چاندی کے کاغذوں پر لکھتے ہیں۔
- (۱۴) درود پاک پڑھنے والے کا درود شریف فرشتے دربار رسالت میں لے جا کر یوں عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ! ظلمات کے بیڑے ظلمات نے حضور کے دربار میں درود پاک کا تحفہ حاضر کیا ہے۔
- (۱۵) درود پاک پڑھنے والے کا گناہ تین دن تک فرشتے نہیں لکھتے۔



## صدائے سنیت

- ☆ حب خدا اور عشق رسول ﷺ کو اپنی محبت کا معیار بنائیے۔
- ☆ اپنے قلوب میں شمع نبی ﷺ ہمیشہ فروزاں رکھئے۔
- ☆ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہا کی تعظیم کیجئے۔
- ☆ نماز، روزہ اور دیگر شرعی احکام کی پاسداری کیجئے۔
- ☆ اپنے آقا ﷺ پر درود شریف کی کثرت کیجئے۔
- ☆ مسلک حق اہلسنت و جماعت پر قائم رہئے۔
- ☆ اللہ و رسول ﷺ کے گستاخوں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین کرنے والے اور ہر گمراہ فرقہ سے بچتے رہئے۔
- ☆ یاد رکھئے اللہ کے رسول شافع محشر نبی مکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ:

”ایاکم و ایاہم لا یصلو نکم و لا یفتنوکم“

- ☆ ترجمہ: ان سے اپنے آپ کو بچو یا انہا سے نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔